مذاہبِ عالم میں اسلام کا ترجمان

ماہنامہ

مکالمہ بین المذاہب لاہور

ایڈیٹر چیف حضرت مولانا عبدالرؤف فاروقی مدظلہ العالی

ستمبر 2023ء _ صفر المظفر 1445ھ

جلد 16 شمارہ 4

اس شمارے میں

- سانحہ جڑانوالہ — قولِ فیصل
- توہینِ صحابہ (جرم اور سزا) — مولانا عبدالحمید تونسوی
- پادری قرآن جلا رہے ہیں؟ نہیں!
- ضابطہ ہائے اخلاق اور قانون سازی
- سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ (دوسری قسط)
- بانی دارالعلوم دیوبند (دوسری قسط)

Email:almazahib@yahoo.com

جامعہ اسلامیہ ٹرسٹ کامونکے ضلع گوجرانوالہ

☆ قرآنی تعلیم، تبلیغ اور اخلاقی وروحانی تربیت

☆ اسلام کی دعوت اور باطل مذاہب کا علمی تعاقب

☆ ماہنامہ مکالمہ بین المذاہب اور ماہنامہ انوار الحرمین کی اشاعت

☆ مطالعہ مذاہب کورس کے ذریعہ علماء اور سکالرز کی تربیت

☆ ویلفیئر ہسپتال میں نادار مریضوں کا مفت علاج

عطیات، زکوٰۃ، صدقات اور دعاؤں کے ذریعہ تعاون اور سرپرستی کی اپیل ہے

جامعہ اسلامیہ ٹرسٹ کامونکے

اکاؤنٹ نمبر: PK06ABPA0010003654280015

الائیڈ بنک، جی۔ٹی روڈ کامونکے ضلع گوجرانوالہ

معاصر مذاہب اور منحرف نظریات کے تقابلی مطالعہ سے اسلام کی صداقت واضح ہوتی ہے، ڈاکٹر علامہ خالد محمود

مذاہب عالم میں اسلام کا ترجمان

ماہنامہ **مکالمہ بین المذاہب** لاہور

{جلد نمبر 16}	ستمبر 2023ء صفر 1445ھ	{شمارہ 4}

یہ مجلہ...... مذاہب کے درمیان مکالمہ میں

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ، حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ

اور ترجمانِ اسلام حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ

کے انداز کا امین اور ان کے کردار کی روشنی میں امت کی فکری تربیت کا علمبردار ہے

چیف ایڈیٹر:

مبلغِ اسلام، مولانا عبدالرؤف فاروقی

فون: 0300-4731347

ایڈیٹر: حافظ محمد اسامہ

0300-7400678

قیمت فی شمارہ

50 روپے

پتہ برائے خط وکتابت

جامع مسجد خضراء، سمن آباد، لاہور

محمد اسامہ نے وفاق پرنٹنگ پریس 6۔اے وارث روڈ، لاہور سے چھپوا کر
مرکز تحقیق اسلامی جامعہ اسلامیہ، کامونکے، ضلع گوجرانولہ سے جاری کیا

{فہرست}

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
(1)	اداریہ	5
(2)	ضابطہ اخلاق	8
(3)	ناموس اہل بیتؓ اور صحابہ کرامؓ	13
(4)	روشنی: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم اور ادب	16
(5)	صحابہؓ و اہلبیتؓ کی توہین کا جرم اور اس کی سزا	20
(6)	پادری قرآن کو آگ لگا رہے ہیں؟	30
(7)	تذکرہ سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ (دوسری قسط)	38
(8)	بانی دار العلوم دیوبند (دوسری قسط)	45

☆......☆......☆

{......ناشر......}

مرکز تحقیق اسلامی......جامعہ اسلامیہ ٹرسٹ (رجسٹرڈ)

کاموں کے، ضلع گوجرانوالہ، پاکستان

ویب سائیٹ:

Web:www.Jamia-islamia.com

Email: almazahib@yahoo.com

فون:0300-9405178 -- 055-6665121

قول فیصل

اداریہ

سانحہ جڑانوالہ..........اور دوسرے واقعات قیامت اور کیا ہوگی......؟

(۱) جڑانوالہ میں ایک قیامت صغریٰ گزر گئی اور اسلامی جمہوریہ پاکستان کے سپہ سالار سے انوار الحق کاکڑ۔ محسن نقوی اور جبہ و دستار زیب تن کیے رہنماؤں تک اس پر ماتم کناں ہیں۔ شرمندگی کے احساس میں ڈوبا ہے اور لحہ بہ لحہ مزید ڈوبتا چلا جا رہا ہے۔ اس پر نہیں کہ قرآن مجید جلایا گیا، توہین رسالت کے انتہائی جرم کا ارتکاب ہوا بلکہ اس پر کہ چرچ گرائے گئے، مسیحیوں کے گھر جلائے گئے۔

ترجمان امریکی وزارت خارجہ کی طرف سے جب ان "مسکین" مسیحیوں کے حق میں آواز بلند ہوئی اور حکومت پاکستان سے اقلیتوں کے حقوق کی حفاظت اور جڑانوالہ متاثرین کے نقصانات کا مداوا کرنے کا مطالبہ کر دیا گیا تو پاکستان کے حکمرانوں کو یہی انداز اختیار کرنا بنتا تھا جو وہ اختیار کیے ہوئے ہیں۔

کسی ایک شخص نے بھی یہ نہیں کہا کہ

قرآن مجید اور رسالتماب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین کرنے والے مسیحی نوجوانوں، اُن کی ذہن سازی کرنے والے پادریوں اور ایک پوری سازش تیار کرنے والے ماسٹر مائنڈ افراد کو ریاست کے حوالہ کر دو تا کہ اُن کو فوراً توہین قرآن اور توہین رسالت پر ملکی قانون کے مطابق جڑانوالہ کی کسی بڑی شاہراہ پر صلیبی موت دے دی جائے۔ پھر گرجوں اور گھروں کی تعمیر اور نقصانات کا معاوضہ ادا کرنے میں ریاست بالکل دیر نہیں کرے گی.......... بلاشبہ قیامت صغریٰ یہ ہے کہ گرجے اور گھر جلائے گئے۔ خوف کی فضاء قائم کی گئی۔ لیکن قیامت کبریٰ یہ بھی تو ہے کہ کلام اللہ اور رسول اللہ

کی توہین کی گئی۔

یاد رکھنا ہوگا کہ جہاں، جس ملک و ریاست، جس شہر، بستی میں قرآن مجید اور رسول اللہ کی عزت محفوظ نہ ہوگی وہاں اقلیت تو کیا، اکثریت بھی محفوظ نہ رہے گی۔ کوئی شخص قانون کو ہاتھ میں نہ لے۔ سڑکوں اور چوراہوں میں عدالت نہ بھی لگے۔ خداوند عزوجل، قہار و جبار کے قانون غضب و انتقام کو کون روک سکتا ہے۔ کہ وہ ''عزیز ذوانتقام'' ہے۔

بلاشبہ ازالہ ہونا چاہیے نقصانات کا اور نئے شاندار گرجے اور گھر تعمیر کر کے دیئے جانے چاہیے (کہ یہ سب کچھ اسی کے لیے پلان کیا جاتا ہے) اور نشان عبرت بنا دینا چاہیے قانون کو ہاتھ میں لینے والوں اور ایک مسکین اقلیت پر خوف و ہراس کا ماحول پیدا کرنے والوں کو............لیکن ریاست ہے۔ ادارے ہیں، اسلامی نظریاتی کونسل ہے اور نہ جانے کیا کیا کچھ ہے جو قومی خزانے سے مستفید ہو رہا ہے اُسے تسلسل کے ساتھ مسلمان نوجوانوں کو اشتعال دلا کر اُن کے مذہبی جذبات کو مجروح کر کے اپنی عبادتگاہوں اور گھروں پر حملہ آور ہونے کی دعوت دینے کے عمل کا راستہ بھی روکنے کی کوئی تدبیر کرنا چاہیے۔

اگر ادارے آئین پاکستان اور قانون کی پاسداری کے حلف کے تقاضوں کا ادراک رکھتے ہیں تو انہیں مستقل منصوبہ بندی کر کے۔ اعلیٰ تدبیر اختیار کر کے اس طرح کے واقعات کی روک تھام کے لیے اپنا فرض پورا کرنا چاہیے۔ تاکہ آئندہ ریاست، معاشرے، اکثریت، اقلیت اور قانون نافذ کرنے والے اداروں کو اس طرح کی ناگہانی مصیبت سے ہمیشہ کے لیے چھٹکارا مل جائے۔

بلاشبہ نقار خانے میں طوطی کی کوئی نہیں سنتا اور بہت سی سچی آوازیں صدا بہ صحراء ثابت ہوتی ہیں۔ پھر بھی ہم اپنا فرض پورا کر رہے ہیں اس کا اثر کہیں نہ کہیں اور کبھی نہ کبھی ظاہر ہوگا اور ان آوازوں پر تمسخر کرنے والوں کے ہوش اُڑ جائیں گے۔

(۲) متفقہ طور پر چھ ماہ پہلے قومی اسمبلی نے اور اب چھ ماہ بعد سینٹ آف پاکستان نے تیز رفتاری سے کی جانے والی قانون سازی میں تحفظ ناموس صحابہ و اہل بیت و امہات المومنین (علیہم الصلوٰۃ

السلام ورضوانہ) کا بل پاس کیا۔ یہ بل قانون تو اس وقت بنے گا جب صدر مملکت اس پر دستخط کر دیں گے۔ لیکن ایک طرف اس پر داد و تحسین اور تبریک و ترحیب کی فضاء ہے تو دوسری طرف چیخ و پکار اور ماتم ومجالس عزاء بپا کی جا رہی ہیں اور یہ کہہ کر اس قانون کا راستہ روکنے کے عزم کا اظہار کیا جا رہا ہے کہ اس میں ''توہین'' کی تشریح نہیں کی گئی اور اس تشریح کے بغیر یہ بل ایک بدمعاشی ہے اور ہم اس بدمعاشی کا راستہ ہر قیمت پر روکیں گے.......... نہ جانے اتنا بڑا جملہ کہا گیا اور فضاء میں قیامت صغریٰ کیوں بپا نہیں ہوئی کہ تحفظ ناموس اہل بیت اطہار وصحابہ کرام اور امہات المومنین'' قانون.......... کے لیے اتنے سوقیانہ الفاظ استعمال ہوئے ایک اپنے مکتب فکر کے اعلیٰ ترین منصب پر فائز شخص کی طرف سے اور پھر اس پر ان گنت لوگوں نے نعرہ ہائے تحسین بلند کیے۔ لبیک لبیک کی صدائیں بلند کیں۔

سوچنا تو چاہیے۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کے تحفظ کی قسم کھانے والے اور قانون سازی کے مجاز اداروں کو.......... بھلا ہم اس طرح کی قیامتوں سے کب تک دو چار ہوتے رہیں گے۔ اللہ ہمارے حال پر رحم فرمائیں۔

(۳) گھریلو ملازم بچوں بالخصوص صنف نازک سے تعلق رکھنے والی معصوم بچیوں پر ظلم وتشدد کے جو واقعات پے درپے سامنے آ رہے ہیں۔ ایک سول جج اور اس کی بیوی کا اپنی گھریلو ملازمہ پر تشدد۔ پھر ہر طرف اس طرح کے واقعات کا رونما ہونا بھی کسی قیامت سے کم نہیں۔ سول سوسائٹی بھی خاموش ہے۔ عدلیہ بھی دم بخود ہے۔ مذہبی اداروں نے تو کبھی اس کو اپنا مسئلہ ہی قرار نہیں دیا۔ اور غربت و افلاس اور بے روزگاری کے مارے ماں، باپ تو اپنی معصوم اولادوں بالخصوص بچیوں کو بڑے گھروں میں محنت ومزدوری کے لیے بھیجنے پر مجبور ہیں۔ لیکن پھر ان کے ساتھ ان گھروں میں کیا ہوتا ہے۔ درد ناک ہے۔ خوفناک ہے اور ہوش اُڑا دینے والا ہے..........کون ذمہ داری لے گا اس پوری صورت حال کی اور ان بڑے گھروں کی بھیڑیا صفت بیگمات اور اُن کے بدکردار بھائیوں اور خاوندوں کو عبرتناک سزا دے کر کیف کردار تک کون پہنچائے گا۔ تصور بھی ایک قیامت سے کم نہیں۔

یہ بہرحال ہر کسی کے سوچنے کا معاملہ ہے۔　　　　عبدالرؤف فاروقی

تجزیہ وتبصرہ

ضابطہ اخلاق

اسلامی جمہوریہ پاکستان میں تمام مکاتب فکر کے درمیان پرُ امن بقائے باہمی کی فضاء قائم رکھنے کے لیے مختلف ادوار میں مختلف ''ضابطہ ہائے اخلاق'' ترتیب دیئے گئے جن پر مکاتب فکر کی اعلی قیادت دستخط ثبت کرتی رہی ہے۔ ملی یکجہتی کونسل۔ متحدہ علماء بورڈ اوران سب کا جامع ضابطۂ اخلاق اسلامی نظریاتی کونسل کی طرف سے ہر سال محرم الحرام سے کچھ دن پہلے جاری ہوتا ہے اوراس کے لیے مذہبی رہنماؤں کا وقیع اجلاس منعقد ہوتا ہے اور پر امن بقائے باہمی کے لیے تجدید عہد کے طور پر دستخط کیے جاتے ہیں۔

اسلامی نظریاتی کونسل کے چیئرمین محترم جناب ڈاکٹر قبلہ ایاز اس سلسلہ میں متحرک کردار ادا کرتے ہیں اوران کا یہ کردار لائق تحسین ہے۔اس ضابطہ اخلاق کے تمام نکات انتہائی اہم، بالخصوص دونکات بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔

کوئی شخص خاتم النبین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، جملہ انبیاء کرام۔امہات المؤمنین، اہل بیت اطہار، خلفاء راشدین اور صحابہ کرام کی توہین نہیں کرے گا۔کوئی فرد یا گروہ قانون کو اپنے ہاتھ میں نہیں لے گا، نہ ہی توہین رسالت کیسز کی تفتیش یا استغاثہ میں رکاوٹ بنے گا۔

کوئی شخص مساجد، منبر ومحراب، مجالس اور امام بارگاہوں میں نفرت انگیزی پر مبنی تقاریر نہیں کرے گا۔اور فرقہ وارانہ موضوعات کے حوالے سے اخبارات، ٹی وی یا سوشل میڈیا پر متنازعہ گفتگو نہیں کرے گا۔

ظاہر ہے ضابطہ اخلاق تو ایک ضابطہ اخلاق ہی ہوتا ہے اخلاق حسنہ اور انسانی و مذہبی اخلاقیات کا شعور اور احساس رکھنے والے افراد ہی اس کی پابندی کیا کرتے ہیں، مجرم ذہنیت، مالی

مفادات کے حریص اور کرائے کے واعظوں کے لیے کسی ضابطہ اخلاق کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔ چنانچہ اس ضابطہ اخلاق کی پابندی کرنے والے پابندی کرتے رہے اور مجرم ذہنیت اس کی دھجیاں اُڑاتے رہے۔

ضرورت محسوس ہوتی رہی اور مطالبہ ہوتا رہا کہ ضابطہ اخلاق سے ایک قدم آگے۔ قانون سازی کی جائے اور ایسے مجرم ذہنیت واعظوں، ذاکروں اور مقررین کو قانون کا پابند بنایا جائے۔ پھر قانون کی خلاف ورزی کرنے پر ان کے جرم کو قابل دست اندازی پولیس اور ناقابل ضمانت جرم قرار دیا جائے اور سخت سزا تجویز کی جائے............ قابل تحسین ہے کہ الحمدللہ

تحلیل ہونے والی قومی اسمبلی اور موجود سینیٹ آف پاکستان نے ''تحفظ ناموس اہل بیت اطہار، صحابہ کرام اور امہات المؤمنین'' کے عنوان سے متفقہ بل پاس کیا اور پوری پاکستانی قوم کی دیرینہ خواہش کی تکمیل کے لیے پیش رفت ہوئی۔ اس پر ادارہ مکالمہ۔ مقتدر ادارے اسلامی نظریاتی کونسل اور ممبران پارلیمنٹ کا شکر گزار ہے۔ دعا ہے کہ اس بل کا اگلا آئینی مرحلہ بھی فوراً طے ہو جائے اور یہ بل۔ قانون بن کر نافذ ہو...... تاکہ فرقہ واریت پر یقین رکھنے والوں کی حوصلہ شکنی ہو اور آئین وقانون کا احترام کرنے اور امن کے خواہاں لوگ سُکھ کا سانس لے سکیں۔

ادارہ مکالمہ اپنے قارئین کے مطالعہ کے لیے اسلامی نظریاتی کونسل کے ضابطہ اخلاق کا متن شائع کر رہا ہے اس اپیل کے ساتھ کہ اس کی پابندی کی جائے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

22 جولائی 2023

پیغام پاکستان کی روشنی میں ضابطۂ اخلاق

(Code of Conduct in the Light of Paigham-e-Pakistan)

1۔ تمام شہریوں کا یہ فرض ہے کہ وہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور کی بالادستی کو تسلیم کریں، ریاست پاکستان کی عزت وتکریم بجالائیں اور ساتھ ہی ساتھ ہر حال میں ریاست کے

ساتھ اپنی وفاداری کے حلف کو نبھائیں۔

2۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے تمام شہری بنیادی حقوق کی عزت وتکریم کو یقینی بنائیں جیسا کہ دستور پاکستان میں مندرج ہیں، بشمول قانون کی نظر میں مساوات، سماجی اور سیاسی حقوق، اظہار خیال، عقیدہ، عبادت اور اجتماع کی آزادی۔

3۔ دستور پاکستان کی اسلامی ساخت اور قوانین پاکستان کا تحفظ کیا جائے گا۔ پاکستان کے شہریوں کو یہ حق حاصل ہے کہ شریعت کے نفاذ کے لیے پرامن جدوجہد کریں۔

4۔ اسلام کے نفاذ کے نام پر جبر کا استعمال، ریاست کے خلاف مسلح کارروائی، تشدد اور انتشار کی تمام صورتیں بغاوت سمجھی جائیں گی اور یہ شریعت کی روح کے خلاف ہیں اور کسی فرد کو یہ حق نہیں کہ وہ حکومتی، مسلح افواج اور دیگر سکیورٹی کے اداروں کے افراد سمیت کسی بھی فرد کو کافر قرار دے۔

5۔ علماء، مشائخ اور زندگی کے ہر شعبے سے متعلقہ افراد کو چاہیے کہ وہ ریاست اور ریاستی اداروں خاص طور پر قانون نافذ کرنے والے اداروں اور مسلح افواج کی بھرپور حمایت کریں تا کہ معاشرے میں سے تشدد کو جڑ سے اکھاڑ دیا جائے۔

6۔ ہر فرد ریاست کے خلاف لسانی، علاقائی، مذہبی اور فرقہ وارانہ تعصبات کی بنیاد پر چلنے والی تحریکوں کا حصہ بننے سے گریز کرے۔ ریاست ایسے گروہوں کے خلاف سخت کاروائی کرے گی۔

7۔ کوئی شخص فرقہ وارانہ نفرت، مسلح فرقہ وارانہ تنازعہ اور جبراً اپنے نظریات کسی دوسرے پر مسلط نہ کرے کیونکہ یہ شریعت کی کھلی خلاف ورزی ہے اور فساد فی الارض ہے۔

8۔ کوئی نجی یا سرکاری یا مذہبی تعلیمی ادارہ عسکریت کی تبلیغ نہ کرے، تربیت نہ دے اور نفرت انگیزی، انتہا پسندی اور تشدد کو فروغ نہ دے۔ ایسی سرگرمیوں میں ملوث افراد اور اداروں کے خلاف قانون کے مطابق ثبوت اور شواہد کی بنیاد پر سخت کارروائی کی جائے گی۔

9۔ انتہا پسندی، فرقہ واریت اور تشدد کو فروغ دینے والوں، خواہ وہ کسی بھی تنظیم یا عقیدے سے ہوں، کے خلاف سخت انتظامی اور تعزیری اقدامات کیے جائیں گے۔

10۔ اسلام کے تمام مکاتب فکر کا یہ حق ہے کہ وہ اپنے اپنے مسالک اور عقائد کی تبلیغ کریں، مگر کسی کو کسی شخص ادارے یا فرقے کے خلاف نفرت انگیزی اور اہانت پر مبنی جملوں یا بے بنیاد الزامات لگانے کی اجازت نہیں ہوگی۔

11۔ کوئی شخص خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، جملہ انبیاء کرام امہات المؤمنین، اہل بیت اطہار، خلفاء راشدین اور صحابہ کرامؓ کی توہین نہیں کرے گا۔ کوئی فرد یا گروہ قانون کو اپنے ہاتھ میں نہیں لے گا نہ ہی توہین رسالت کے کیسز کی تفتیش یا استغاثہ میں رکاوٹ بنے گا۔

12۔ کوئی شخص کسی مسلمان کی تکفیر نہیں کرے گا اور صرف مذہبی سکالر ہی شرعی اصولوں کی وضاحت مذہبی نظریے کی اساس پر کرے گا۔ البتہ کسی کے بارے میں کفر کے مرتکب ہونے کا فیصلہ صادر کرنا عدالت کا دائرہ اختیار ہے (مسلمان کی تعریف وہی معتبر ہوگی جو دستور پاکستان میں ہے)۔ (مسلم سے کوئی ایسا شخص مراد ہے۔ جو وحدت و توحید قادر مطلق اللہ تبارک وتعالیٰ۔ خاتم النبیین حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ختم نبوت پر مکمل اور غیر مشروط طور پر ایمان رکھتا ہو اور پیغمبر یا مذہبی مصلح کے طور پر کسی ایسے شخص پر نہ ایمان رکھتا ہو نہ اُسے مانتا ہو جس نے حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بعد اس لفظ کے کسی بھی مفہوم یا کسی بھی تشریح کے لحاظ سے پیغمبر ہونے کا دعویٰ کیا ہو یا جو دعویٰ کرے۔ ستور پاکستان ص ۱۷۲ باب ۵ توضیح)

13۔ کوئی شخص کسی قسم کی دہشت گردی کو فروغ نہیں دے گا دہشت گردوں کی ذہنی و جسمانی تربیت نہیں کرے گا، ان کو بھرتی نہیں کرے گا اور کہیں بھی دہشت گرد سرگرمیوں میں ملوث نہیں ہوگا۔

14۔ سرکاری، نجی اور مذہبی تعلیمی اداروں کے نصاب میں اختلافِ رائے کے آداب کو شامل کیا جائے گا کیونکہ فقہی اور نظریاتی اختلافات پر تحقیق کرنے کے لیے سب سے موزوں جگہ صرف تعلیمی ادارے ہوتے ہیں۔

15۔ تمام مسلم شہری اور سرکاری حکام اپنے فرائض کی انجام دہی اسلامی تعلیمات اور دستور پاکستان کی روشنی میں کریں گے۔

16۔ بزرگ شہریوں، خواتین، بچوں، خنثیٰ اور دیگر تمام کم مستفیض افراد کے حقوق کے حوالے سے اسلامی تعلیمات ہر سطح پر دی جائیں گی۔

17۔ پاکستان کے غیر مسلم شہریوں کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے مذہب اور مذہبی رسومات کی ادائیگی اپنے اپنے مذہبی عقائد کے مطابق کریں۔

18۔ اسلام خواتین کے حقوق کا تحفظ کرتا ہے۔ کسی شخص کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ خواتین سے ان کے ووٹ، تعلیم اور روزگار کا حق چھیننے اور ان کے تعلیمی اداروں کو نقصان پہنچائے۔ ہر فرد غیرت کے نام پر قتل، قرآن پاک سے شادی، ونی، کاروکاری اور وٹہ سٹہ سے باز رہے، کیونکہ یہ اسلام کی رو سے ممنوع ہیں۔

19۔ کوئی شخص مساجد، منبر و محراب، مجالس اور امام بارگاہوں میں نفرت انگیزی پر مبنی تقاریر نہیں کرے گا اور فرقہ وارانہ موضوعات کے حوالے سے اخبارات، ٹی وی یا سوشل میڈیا پر متنازعہ گفتگو نہیں کرے گا۔

20۔ آزادی اظہار اسلام اور ملکی قوانین کے ماتحت ہے، اس لیے میڈیا پر ایسا کوئی پروگرام نہ چلایا جائے جو فرقہ وارانہ نفرت پھیلانے کا سبب بنے اور پاکستان کی اسلامی شناخت کو مجروح کرے۔

ڈاکٹر قبلہ ایاز　　　　ڈرافٹ تشکیل کردہ

چیئرمین اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان　　　　(پی ایچ ڈی، ایڈنبرا)

مولانا زاہد الراشدی

نشر مکرر

ناموس اہل بیتؓ اور صحابہ کرامؓ

''کل جماعتی مجلس عمل تحفظ ناموس صحابہ کرام و اہل بیت عظام رضوان اللہ علیہم اجمعین'' کے قیام کی ضرورت ایک عرصہ سے محسوس کی جا رہی تھی تاکہ اسلام کی مقدس ہستیوں بالخصوص حضرات انبیاء کرامؑ اور صحابہ کرامؓ و اہل بیت عظامؓ کی حرمت و ناموس کے قانونی تحفظ کے لیے مشترکہ جدوجہد کا راستہ ہموار ہو۔

ہر ملک میں قومی شخصیات کی عزت و احترام کے تحفظ کے قوانین موجود ہیں لیکن جب سے مذہب کو ریاستی اور قومی معاملات سے باہر کی چیز سمجھا جانے لگا ہے، مذہبی شخصیات کی حرمت و ناموس کے تحفظ کا مسئلہ بھی قانون کے دائرہ سے خارج کر دیا گیا ہے اور اسے غیر ضروری امر قرار دیا جا رہا ہے۔ حتیٰ کہ عالمی سطح پر مقدس مذہبی شعائر و شخصیات کے ناموس کے تحفظ کے لیے قانون سازی کے مسلسل مطالبہ کے باوجود اقوام متحدہ اور اس کے متعلقہ ادارے اس کی طرف متوجہ نہیں ہو پا رہے۔

اسلامی جمہوریہ پاکستان کی بنیاد چونکہ نظریاتی اور تہذیبی ہے اور اس کے دستور میں قرارداد مقاصد اور دیگر اسلامی دفعات کی رو سے اسلام ہی اس ملک کی تاریخی، نظریاتی اور تہذیبی اساس ہے، اس لیے مقدس شخصیات و شعائر کی حرمت و ناموس کے تحفظ کے لیے باقاعدہ قانون سازی ایک ناگزیر ملی تقاضے کی حیثیت رکھتی ہے جس کے لیے مختلف دائروں میں متعدد قوانین ملک کے دستور و قانون کا حصہ بنتے آ رہے ہیں۔ مگر ایک جامع اور تمام ضروری تقاضوں کو سمونے والے قانون کی ضرورت باقی تھی، جس کے لیے پنجاب اسمبلی نے یہ بل منظور کر کے پیشرفت کی ہے۔ اسی پس منظر میں ملک بھر میں مختلف دینی حلقوں کی طرف سے اس کے خیر مقدم کا سلسلہ جاری ہے اور ۹۔ اگست کو مجلس احرار اسلام پاکستان کے مرکزی دفتر لاہور میں جمعیت علماء اسلام پاکستان (س) کے سیکرٹری جنرل مولانا عبد الرؤف فاروقی کی دعوت پر منعقد ہونے والی جماعتوں اور حلقوں کی کل جماعتی کانفرنس نے بعض تحفظات کے اظہار کے ساتھ اس بل کا خیر مقدم کیا ہے۔ کانفرنس کی صدارت جمعیت علماء اسلام

کے مرکزی نائب امیر مولانا مفتی حبیب الرحمان درخواستی نے کی اور اس میں مولانا سید کفیل شاہ بخاری، مولانا محمد احمد لدھیانوی، جناب لیاقت بلوچ، ڈاکٹر فرید احمد پراچہ، مولانا عبدالرؤف ملک، مولانا حافظ عبدالغفار روپڑی، علامہ حافظ ابتسام الٰہی ظہیر، حاجی عبداللطیف چیمہ، مولانا قاری زوار بہادر، قاضی محمد ظفر الحق، مولانا محمد الیاس چنیوٹی، اور اہل سنت کے تمام مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والی بہت سی دیگر ممتاز شخصیات کے علاوہ راقم الحروف نے بھی شرکت کی۔

صحابہ کرامؓ میں اہل سنت کے نزدیک ازواج مطہراتؓ، خلفاء راشدینؓ، اہل بیت عظامؓ، بنات رسولؐ اور اس دور کے دیگر سب طبقات شامل ہیں۔ اس لیے جب صحابہ کرامؓ کا جملہ بولا جاتا ہے تو اس سے سبھی مراد ہوتے ہیں، لیکن مختلف طبقات کے تحفظات کے باعث ان کا بسا اوقات الگ الگ تذکرہ بھی کیا جاتا ہے، مگر یہ سب بزرگ اہل سنت کے تمام مکاتب فکر کے ہاں تعظیم و احترام کے مستحق ہیں اور ان میں سے کسی کی بھی بے ادبی اور گستاخی سنگین جرم سمجھی جاتی ہے۔ البتہ اہل تشیع اہل بیت عظامؓ کے سوا عام طور پر باقی اصحابؓ رسولؐ کو اس دائرہ میں شمار کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے، اس لیے اس قسم کے تنازعات عرصہ سے جاری ہیں اور ان کا اظہار مختلف پیرایوں میں ہوتا ہے۔

ہمارے ہاں اس سے قبل قانون سازی، یا باہمی ضابطۂ اخلاق کے تعین کی جب بھی بات ہوئی ہے پاکستان کی سنجیدہ شیعہ قیادت نے مثبت رویہ اختیار کیا ہے۔ چنانچہ ملی یکجہتی کونسل کے طے کردہ متفقہ ضابطۂ اخلاق اور دیگر بہت سے باہمی معاہدات اس کی شہادت کے طور پر تاریخ کے ریکارڈ کا حصہ ہیں۔ مگر ''تحفظ بنیاد اسلام بل'' کی پنجاب اسمبلی میں منظوری کے بعد پہلی بار ایسا ہوا ہے کہ اہل تشیع کی معروف قیادت نے کھلے بندوں یہ اعلان کیا ہے کہ وہ احترام و تقدس اور تعظیم و حرمت کے قانونی دائرے میں صحابہ کرامؓ کی اکثریت کو شامل کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں، اور اسی وجہ سے وہ یہ بل مسترد کر رہے ہیں۔ اہل تشیع کی معروف قیادت کی طرف سے اس افسوسناک اعلان کے بعد ملک بھر میں ہیجان کی کیفیت پیدا ہونا فطری بات تھی جس کا ہلکا سا اظہار ۹۔ اگست کے مذکورہ کل جماعتی کنونشن کی صورت میں ہوا ہے۔ کیونکہ پاکستان اہل سنت کی غالب اکثریت کا ملک ہے جس کے لیے یہ بات سننا بھی مشکل ہے کہ ازواج مطہرات، خلفاء راشدینؓ اور صحابہ کرامؓ کی اکثریت کو تعظیم و احترام کے قانونی تحفظ کے دائرہ میں شامل کرنے کو متنازعہ قرار دیا جائے۔ یہ بات جلسوں، مناظروں

اور درس و تدریس میں تو ہوتی آ رہی ہے لیکن کسی گروہ کا قومی سطح پر مستقل طور پر اسے اپنا موقف قرار دینے کا اعلان بہرحال ناقابل برداشت ہے، اور یہی بات ’’کل جماعتی مجلس عمل تحفظ ناموس صحابہ کرامؓ و اہل بیت عظامؓ‘‘ کے قیام کا فوری باعث بنی ہے۔ جس میں کل جماعتی اجلاس کے داعی مولانا عبد الرؤف فاروقی کو سب شرکاء کی طرف سے یہ ذمہ داری سونپی گئی ہے کہ وہ مختلف مکاتب فکر کی سنی جماعتوں اور علمی مراکز سے رابطہ کر کے مجلس عمل کی باقاعدہ تشکیل کی راہ ہموار کریں۔

کل جماعتی مجلس عمل کو اس سلسلہ میں اب کیا کرنا ہے، اس کے بارے میں تو مجلس عمل کی مرکزی رابطہ کمیٹی کی تشکیل کے بعد ہی مشترکہ طور پر کوئی لائحہ عمل اور طریق کار طے کیا جا سکے گا، مگر معروضی صورتحال میں چند گزارشات تجاویز کے طور پر پیش کی جا رہی ہیں:

☆ اپنے اس موقف کو کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی طرح حضرات صحابہ کرامؓ و اہل بیت عظامؓ کی عزت و ناموس کے تحفظ کا جامع قانون بھی ضروری ہے، اور اس کے لیے بعض تحفظات کو دور کر کے پنجاب اسمبلی کے منظور کردہ ’’تحفظ بنیاد اسلام بل‘‘ کو نافذ العمل بنایا جا سکتا ہے۔

☆ ملک بھر میں مدح صحابہ کرامؓ و خلفاء راشدین، اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہراتؓ و بنات مکرماتؓ کی مدح و تعظیم کے لیے مسلسل اجتماعات کا اہتمام کیا جائے اور ابلاغ کے دیگر میسر ذرائع کا اس کے لیے بھرپور استعمال کیا جائے۔

☆ اہل سنت کی مختلف جماعتوں اور حلقوں کے درمیان باہمی رابطوں اور مفاہمت کو زیادہ سے زیادہ فروغ دیا جائے اور مشترکہ جدوجہد کا ماحول بنایا جائے۔

☆ محرم الحرام کے دوران امن و امان کے قیام اور فرقہ وارانہ کشیدگی کو روکنے کے لیے ہر سطح پر محنت کی جائے تاکہ اس صورتحال سے کوئی بیرونی قوت اپنے ایجنڈے کے لیے فائدہ نہ اٹھا سکے۔

☆ ارکان اسمبلی اور دیگر ذمہ دار حضرات سے ملاقاتیں کر کے انہیں بریف کرنے کا اہتمام کیا جائے۔

☆ اور تمام سنی جماعتوں کے سرکردہ قائدین باہمی مفاہمت و اعتماد کے ساتھ جلد از جلد مشترکہ لائحہ عمل کا تعین کریں۔

روشنی ترجمہ: شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ

درس قرآن مجید تفسیر: شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ

ضبط وترتیب: اسامہ حقانی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم اور ادب

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ
عَلِیْمٌ(۱) یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَ لَا
تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا
تَشْعُرُوْنَ(۲) اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ
امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ عَظِیْمٌ(۳) اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَكَ
مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ(۴) وَ لَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ
اِلَیْهِمْ لَكَانَ خَیْرًا لَّهُمْ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ(۵) (سورۃ الحجرات۔ آیات ۱ تا ۵)

ترجمہ آیات: اے ایمان والو آگے نہ بڑھو اللہ سے اور اس کے رسول سے۔(۱) اور ڈرتے رہو، اللہ سے اللہ سنتا ہے جانتا ہے(۲)

☆ اے ایمان والو، بلند نہ کرو اپنی آوازیں، نبی کی آواز سے اوپر اور اُس سے نہ بولو تڑخ کر۔ جیسے تڑخ کر بولتے ہو ایک دوسرے پر۔ کہیں اکارت نہ ہو جائیں تمہارے کام (اعمال) اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔(۳)

☆ جو لوگ دبی آواز سے بولتے ہیں رسول اللہ کے پاس۔ وہی ہیں جن کے دلوں کو جانچ لیا ہے اللہ نے ادب کے واسطے(۴) اُن کے لیے معافی ہے اور ثواب بڑا(۵)

☆ جو لوگ پکارتے ہیں تجھ کو دیوار کے پیچھے سے وہ اکثر عقل نہیں رکھتے۔

☆ اور اگر وہ صبر کرتے جب تک تو نکلتا ان کی طرف تو اُن کے حق میں بہتر ہوتا۔ اور اللہ بخشنے

والا مہربان ہے۔(٦)

تفسیری افادات

(١) یعنی جس معاملہ میں اللہ اور رسول کی طرف سے حکم ملنے کی توقع ہو اُس کا فیصلہ پہلے ہی آگے بڑھ کر اپنی رائے سے نہ کر بیٹھو۔ بلکہ حکم الٰہی کا انتظار کرو۔ جس وقت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کچھ ارشاد فرمائیں۔ خاموشی سے کان لگا کر سنو۔ اُن کے بولنے سے پہلے خود بولنے کی جرأت نہ کرو۔ جو حکم اُدھر سے ملے۔ بے چون و چرا اور بلا پس وپیش عامل بن جاؤ۔ اپنی اغراض اور اہوا وآراء کو اُن کے احکام پر مقدم نہ رکھو بلکہ اپنی خواہشات و جذبات کو احکام سماوی کے تابع بناؤ۔

تنبیہ۔ اس سورت میں مسلمانوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آداب و حقوق اور اپنے بھائی مسلمانوں کے ساتھ برادرانہ تعلقات قائم رکھنے کے طریقے سکھلائے ہیں۔ اور یہ کہ مسلمانوں کا جماعتی نظم کن اصول پر کاربند ہونے سے مضبوط و مستحکم رہ سکتا ہے، اگر کبھی اس میں خرابی اور اختلال پیدا ہو تو اس کا علاج کیا ہے۔ تجربہ شاہد ہے کہ بیشتر نزاعات و مناقشات خودرائی اور غرض پرستی کے باعث وقوع پذیر ہوتے ہیں جس کا واحد علاج یہ ہے کہ مسلمان اپنی شخصی رایوں اور غرضوں کو کسی ایک بلند معیار کے تابع کر دیں۔ ظاہر ہے کہ اللہ اور رسول کے ارشادات سے بلند کوئی معیار نہیں ہوسکتا۔ ایسا کرنے میں خواہ وقتی اور عارضی طور پر کتنی ہی تکلیف اُٹھانا پڑے لیکن اس کا آخری انجام یقینی طور پر دارین کی سرخروئی اور کامیابی ہے۔

(٢) یعنی اللہ و رسول کی سچی فرمانبرداری اور تعظیم اُسی وقت میسر آ سکتی ہے جب خدا کا خوف دل میں ہو۔ اگر دل میں ڈر نہیں تو بظاہر دعوائے اسلام کو نباھنے کے لیے اللہ و رسول کا نام بار بار زبان پر لائے گا اور بظاہر اُن کے احکام کو آگے رکھے گا لیکن درحقیقت ان کو اپنی اندرونی

خواہشات واغراض کی تحصیل کے لیے ایک حیلہ وآلہ کار بنائے گا۔سو یاد رہے کہ جو زبان پر ہے اللہ اُسے سنتا اور جو دل میں ہے اللہ اُسے جانتا ہے۔ پھر اس کے سامنے یہ فریب کیسے چلے گا۔ چاہیے کہ آدمی اُس سے ڈر کر کام کرے۔

(۳) یعنی حضور کی مجلس میں شور نہ کرو، اور جیسے آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ بے تکلف چہک کر یا تڑخ کر بات کرتے ہو حضور کے ساتھ یہ طریقہ اختیار کرنا خلافِ ادب ہے آپ سے خطاب کرو تو نرم آواز سے تعظیم واحترام کے لہجہ میں ادب وشائستگی کے ساتھ۔

دیکھو ایک مہذب بیٹا اپنے باپ سے۔ ایک لائق شاگرد، استاد سے۔ مخلص مرید اپنے پیرو مرشد سے اور ایک سپاہی اپنے افسر سے کس طرح بات کرتا ہے۔ پیغمبر کا مرتبہ تو ان سب سے کہیں بڑھ کر ہے۔ آپ سے گفتگو کرتے وقت پوری احتیاط رکھنی چاہیے۔ مبادا بے ادبی ہو جائے اور آپ کو تکدر پیش آئے تو حضور کی ناخوشی کے بعد مسلمان کا ٹھکانہ کہاں ہے۔ ایسی صورت میں تمام اعمال ضائع ہونے اور ساری محنت اکارت جانے کا اندیشہ ہے۔

تنبیہ: حضور کی وفات کے بعد حضور کی احادیث سننے اور پڑھنے کے وقت بھی یہ ہی ادب چاہتے۔ اور قبر شریف کے پاس حاضر ہو تو وہاں بھی ان ادب کو ملحوظ رکھے۔ نیز آپ کے خلفاء اور علمائے ربانین اور اولوالامر کے ساتھ درجہ بدرجہ اسی ادب سے پیش آنا چاہیے۔ تا جماعتی نظام قائم رہے۔ فرق مراتب نہ کرنے سے بہت مفاسد اور فتنوں کا دروازہ کھلتا ہے۔

(۴) یعنی جو لوگ نبی کی مجلس میں تواضع اور ادب وتعظیم سے بولتے اور نبی کی آواز کے سامنے اپنی آوازوں کو پست کرتے ہیں، یہ وہ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے ادب کی تخم ریزی کے لیے پرکھ لیا ہے اور مانجھ کر خالص تقویٰ وطہارت کے واسطے تیار کر دیا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ ''حجۃ اللہ البالغہ'' میں لکھتے ہیں کہ چار چیزیں اعظم شعائر اللہ سے ہیں۔ قرآن پیغمبر، کعبہ ،نماز۔ ان کی تعظیم وہ ہی کرے گا جس کا دل تقویٰ سے مالا مال ہو۔ ''**و من یعظم شعائر اللہ فانھا من تقوی القلوب**'' (الحج رکوع ۴) یہاں سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جب حضورؐ کی آواز سے زیادہ آواز بلند کرنا خلاف ادب ہے تو آپ کے احکام وارشادات سننے کے بعد اُن کے خلاف آواز اٹھانا کس درجہ کا گناہ ہوگا۔

(۵) یعنی اس اخلاص وحق شناسی کی برکت سے پچھلی کوتاھیاں معاف ہوں گی اور بڑا بھاری ثواب ملے گا۔

(۶) بنی تمیم (کے کچھ لوگ) ملنے کو آئے۔ حضور حجرۂ مبارک میں تشریف رکھتے تھے۔ وہ لوگ باہر سے آوازیں دینے لگے کہ "یامحمدؐ اخرج الینا" (اے محمدؐ۔ باہر آیئے) یہ بے عقلی اور بے تہذیبی کی بات تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرتبہ کو نہیں سمجھتے تھے۔ کیا معلوم اس وقت آپؐ پر وحی نازل ہو رہی ہو۔ یا کسی اور مہم کام میں مشغول ہوں۔ آپؐ کی ذات منبع البرکات تو مسلمانوں کے تمام دینی و دنیوی امور کا مرکز وملجاء تھی کسی معمولی ذمہ دار آدمی کے لیے بھی کام کرنا مشکل ہو جائے اگر اس کا کوئی نظام الاوقات نہ ہو۔ اور آخر پیغمبر کا ادب و احترام بھی کوئی چیز ہے۔ چاہیئے تھا کہ کسی کی زبانی اندر اطلاع کراتے اور آپؐ کے باہر تشریف لانے تک صبر کرتے۔ جب آپؐ باہر تشریف لا کر ان کی طرف متوجہ ہوتے اس وقت خطاب کرنا چاہیے تھا۔ ایسا کیا جاتا تو ان کے حق میں بہتر اور قابل ستائش ہوتا۔ تاہم بے عقلی اور نادانستگی سے جو بات اتفاقاً سرزد ہو جائے، اللہ اس کو اپنی مہربانی سے بخشنے والا ہے۔ چاہیے کہ اپنی تقصیر پر نادم ہو کر آئیندہ ایسا رویہ اختیار نہ کریں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم و ادب ہی وہ نقطہ ہے جس پر مسلم وقوم کی تمام آئندہ قوتیں اور منتشر جذبات جمع ہوتے ہیں۔ اور یہ ہی وہ ایمانی رشتہ ہے جس پر اسلامی اخوت کا نظام قائم ہے۔

نوٹ: ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے خود۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ادب وتعظیم کی تعلیم دی ہے بلکہ حکم دیا ہے۔ یہ ادب وتعظیم ہی ایک مسلمان کا سرمایہ ایمان ہے، یہ نہ ہو تو اعمال ضائع ہوتے ہیں بلکہ ایمان ہی جاتا رہتا ہے۔ اس کے لیے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم۔ بہترین نمونہ تھے کہ جن کے دلوں کو اس ادب وتعظیم کے لیے جانچ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس اور صحبت کے لیے منتخب کیا گیا تھا اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے احکام پر عمل کرنے اور صحابہ کرام کی پیروی کرنے کی توفیق سے نوازیں...... آمین

صحابہؓ واہلبیتؓ کی توہین کا جرم اور اس کی سزا

(ائمہ اہلبیتؓ کے ارشادات کی روشنی میں)

تحریر: حضرت مولانا محمد عبدالحمید تونسوی مدظلہ

مدیر: مرکز رحماء بینہم، ملتان

توہین کا لغوی معنیٰ ہے " ہتک، بے عزتی، ذلت اور اہانت آمیز رویہ"

توہین صحابہؓ سے مراد، اصحاب رسول[ا] کے بارے میں ایسا رویہ اختیار کرنا جس سے اس مقدس جماعت یا ان کے کسی بھی فرد کی زبان وقلم سے صراحتاً یا اشارتاً ہتک، بے عزتی، تحقیر اور تنقیص شان ظاہر ہوتی ہو، ایسی تمام تر روش توہین صحابہؓ کے زمرے میں آتی ہے۔

امت مسلمہ کا ہمیشہ یہ اتفاق رہا ہے کہ ایسی قبیح حرکت محض ارتکاب جرم ہی نہیں بلکہ شرعاً قابل مواخذہ ولائق تعزیر بھی ہے۔اس حوالے سے ہم یہاں ائمہ اہلبیتؓ کے بعض ارشادات صرف کتب امامیہ سے نقل کیے دیتے ہیں تاکہ توہین صحابہؓ کا جرم اور اس کی سزا سے متعلق امت کو صحیح راہنمائی مل سکے۔

میں ان کے مطلب کی کہہ رہا ہوں زبان میری ہے بات ان کی
میں ان کی محفل سجا رہا ہوں، چراغ میرا ہے رات ان کی

[ا] [معلوم ہونا چاہئے کہ صحابہ کرامؓ [بشمول اہلبیت عظامؓ] سے مراد وہ حضرات ہیں جو بحالت ایمان شرف صحبت رسول سے مشرف ہوئے، چاہے لمحہ بھر کے لیے ہی کیوں نہ ہو۔ اور انہیں ایمان پر ہی خاتمہ نصیب ہو۔

(مجالس المؤمنین: ۱/ ۱۵۲۔ ۱۵۳۔ از نوراللہ شوستری، مطبوعہ تہران)

صحابہؓ کے بارے میں حضرت علی المرتضیؓ کی وصیت:

☆......ملا باقر مجلسی نے حضرت علی المرتضیؓ کے وصایا میں ایک اہم وصیت یہ بھی نقل کی ہے کہ آنجنابؓ نے فرمایا:

”و از خدا بترسید در باب اصحاب پیغمبر و رعایت نمائید آنہا را کہ بدعتی در دین خدا نکردہ اند و صاحب بدعتی را پناہ ندادہ اند، بدرستی کہ حضرت رسالت ﷺ وصیت نمود در حق ایں گروہ از صحابہ خود، ولعنت کرد کسی را کہ بدعتی کند... و کسی را کہ صاحب بدعتی را پناہ دھد و یاری کند“

[جلاء العیون: ۱/ ۳۳۱ باب سوم، فصل سوم طبع ایران]

”اور خدا سے در باب اصحاب پیغمبر خدا ڈرو، اور ان کی رعایت کرو کہ انہوں نے کوئی بدعت دین خدا میں نہیں کی۔ اور صاحب بدعت کو راہ نہیں دی۔ بدرستے کہ رسول خدا نے اپنے اصحاب کے حق میں تم کو وصیت کی۔ اور اس پر لعنت کی جو بدعت جاری کرے کہ یا بدعت کرنے والے کو پناہ دے اور یا اس کی نصرت و مددگاری کرے“

[جلاء العیون مترجم اردو: ۱/ ۲۹۴، ۲۹۵، از عبد الحسین، طبع لکھنو]

نوٹ: ملا باقر مجلسی نے حضرت علیؓ کی یہی وصیت ”حیاۃ القلوب: ۲/ ۶۲۱ باب نمبر ۵۷ میں بھی معتبر سند سے نقل کی ہے۔

فائدہ: اس وصیت کی تشریح میں سید ظہور الحسن زیدی کوثر بھریلوی لکھتا ہے کہ ”اصحاب محمد کو برا بھلا کہنے والا کافر اور واجب القتل ہے“

[جلاء العیون مترجم اردو: ۱/ ۲۹۴، ۲۹۵، حاشیہ نمبر ۱]

”حضرت علیؓ کی اپنے بیٹے کو نصیحت“

☆......ابن ابی الحدید کا بیان ہے:

ایک موقع پر مقام صفین میں دوران جنگ جب عبید اللہؒ بن عمرؓ، محمد بن حنفیہؒ کے مقابلے میں

نکلے تو ابن حنفیہؒ، عبیداللہؓ اور ان کے والد حضرت عمرؓ کو سخت الفاظ کہنے لگے۔ ادھر حضرت علیؓ نے یہ الفاظ سنے تو ابن حنفیہؒ کو خطاب کر کے فرمایا!

"فَقَالَ لَا تَذْكُرْ اَبَاهُ وَلَا تَقُلْ فِيْهِ اِلَّا خَيْرًا رَحِمَ اللّٰهُ اَبَاهُ"

[شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید: ۱/ ۶۴۴ طبع بیروت تحت عنوان فی بعض شمائلہ واوعیتہ عند الحرب]

''اے میرے بیٹے! اس کے باپ [عمرؓ] کو برے الفاظ کے ساتھ مت یاد کرو اور صرف کلمات خیر ہی ان کے حق میں کہو۔ اللہ اس کے باپ پر رحمت نازل فرمائے''

ع...... ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

شیخینؓ پر علیؓ کو برتری دینے والوں کو حضرت علیؓ کی تنبیہ:

☆...... ابو عمرو کشی نے نقل کیا ہے کہ امام جعفر صادقؒ، سفیان ثوریؒ اور وہ محمد بن منکدرؒ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ

"انه رای علیا (علیه السلام) علی منبر بالکوفة وهو یقول لئن اوتیت برجل یفضلنی علی ابی بکر وعمر لاجلدنه حد المفتری" (رجال کشی: الجزء الخامس/ ۴۵۹، ترجمہ سفیان ثوریؒ، طبع تہران) [۱]

''انہوں نے حضرت علی [علیہ السلام] کو کوفہ کے منبر پر بیٹھے ہوئے دیکھا اور وہ فرما رہے تھے اگر میرے پاس کوئی ایسا آدمی آئے جو مجھے ابوبکر اور عمر [رضی اللہ عنہما] پر فضیلت دیتا ہو تو میں اس کو ضرور درّے لگاؤں گا جو کہ مفتری کی حد ہے''۔ [یعنی اسّی درّے]

[۱] کتب اہل السنۃ والجماعۃ میں اس مضمون کی روایات بکثرت پائی جاتی ہیں اہل علم حضرات درج ذیل کتب کی طرف مراجعت فرمائیں۔ (کتاب الآثار لامام ابی یوسف: ۲۰۷، روایت نمبر ۹۲۴۔ کتاب فضائل ابی بکر صدیقؓ لابی طالب العشاری: ۸۔ کنز العمال: ۶/ ۷۰ ۳۔ ۳۶۶۔ الاستیعاب: ۲/ ۲۴۴ تذکرہ ابی بکر صدیقؓ۔ الاعتقاد علی مذہب السلف للبیہقی: ۱۸۴۔ الصارم المسلول: ۵۸۱۔ تاریخ الخلفاء لسیوطی: ۳۵۔ ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء: ۱/ ۶۸۔ ۳۱۷۔ شفاء قاضی عیاض: ۲/ ۱۳۰ تا ۱۸۳)

فائدہ: حضرت علیؓ کے عہد خلافت میں حضرات شیخینؓ سے متعلق فوقیت کے مسائل جب کھڑے کیے گئے تو حضرت علیؓ اپنی بصیرت سے بھانپ گئے کہ ان مفاسد وفتن کا ازالہ وقلعہ قمع اسی وقت اس لیے ضروری ہے کہ ان کی آڑ میں دشنام طرازی اور سبّ وشتم کی راہ ہموار نہ ہو سکے اس لیے آنجناب نے یہ حکم جاری فرمایا کہ حضرات شیخینؓ پر دوسرے صحابہؓ کو فضیلت دینے والوں پر اسی کوڑے کی سزا نافذ کی جائے گی حالانکہ محض فضیلت دینے میں کوئی سب وشتم وغیرہ کا پہلو موجود نہیں ہے۔ تو غور فرمائیے کہ جب ان کے نزدیک محض فضیلت دینے والوں کی تادیب وسزا اس قدر سخت ہے تو صحابہ کرامؓ پر دشنام طرازی کی روش اختیار کرنے اور خاص طور پر اجلہ صحابہؓ [ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، معاویہؓ، عائشہؓ اور حفصہؓ] پر نام بنام لعنتیں کرنے کی سزا وتعزیر کس قدر زیادہ ہوگی؟

ع... قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید

اہل شام پر سبّ وشتم جائز نہیں:

☆......شیخ سید شریف رضی [م ۴۰۴ھ] نے نقل کیا ہے:

”وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَقَدْ سَمِعَ قَوْمًا مِنْ أَصْحَابِهِ يَسُبُّونَ أَهْلَ الشَّامِ أَيَّامَ حَرْبِهِمْ بِصِفِّينَ إِنِّي أَكْرَهُ لَكُمْ أَنْ تَكُونُوا سَبَّابِينَ، وَلَكِنَّكُمْ لَوْ وَصَفْتُمْ أَعْمَالَهُمْ وَذَكَرْتُمْ حَالَهُمْ كَانَ أَصْوَبَ فِي الْقَوْلِ وَأَبْلَغَ فِي الْعُذْرِ، وَقُلْتُمْ مَكَانَ سَبِّكُمْ إِيَّاهُمْ. اَللّٰهُمَّ احْقِنْ دِمَاءَنَا وَدِمَاءَهُمْ، وَأَصْلِحْ ذَاتَ بَيْنِنَا وَبَيْنِهِمْ، وَاهْدِهِمْ مِنْ ضَلَالَتِهِمْ حَتّٰى يَعْرِفَ الْحَقَّ مَنْ جَهِلَهُ وَيَرْعَوِيَ عَنِ الْغَيِّ وَالْعُدْوَانِ مَنْ لَهِجَ بِهِ“

[نہج البلاغہ عربی: الجزء الثانی / ۷ ۲۳، خطبہ نمبر ۲۰۳]

”حضرت علی المرتضیٰؓ نے جنگ صفین کے موقع پر اپنے ساتھیوں میں سے چند آدمیوں کو سنا کہ وہ شامیوں پر سب وشتم کر رہے ہیں تو آپ نے فرمایا! میں تمہارے لئے اس چیز کو پسند نہیں کرتا کہ تم گالیاں دینے لگو۔ اگر تم انکے افعال کھولو اور انکے صحیح حالات پیش کرو، تو یہ

ایک ٹھکانے کی بات اور عذر تمام کرنے کا صحیح طریق کار ہوگا۔تم گالم گلوچ کے بجائے یہ کہو کہ خدایا ہمارا بھی خون محفوظ رکھ اور انکا بھی، اور ہمارے اور ان کے درمیان اصلاح کی صورت پیدا کر اور انہیں گمراہی سے ہدایت کی طرف لا تا کہ حق سے بے خبر، حق کو پہچان لیں اور گمراہی وسرکشی کے شیدائی اس سے اپنا رخ موڑ لیں [نہج البلاغہ مترجم اردو:ص ۵۷۱ خطبہ نمبر ۲۰۴، از مفتی جعفر حسین مطبوعہ لاہور]

ع ۔۔۔تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن اپنا تو بن

حضرت علی المرتضیٰؓ کا معاندین صحابہؓ سے اعلان برأت:

"عَنْ سُوَيْدِ بْنِ غَفْلَةَ اَنَّهُ قَالَ مَرَرْتُ بِقَوْمٍ يَنْتَقِصُوْنَ اَبَابَكْرٍ رضی اللہ عنہ وَعُمَرَ رضی اللہ عنہ فَاَخْبَرْتُ عَلِيّاً وَقُلْتُ لَوْلَا اَنَّهُمْ يَرَوْنَ اَنَّكَ تُضْمِرُ مَا اَعْلَنُوْا مِا اجْتَرَؤُا عَلٰى ذٰلِكَ مِنْهُمَا عَبْدُاللهِ بْنُ سَبَا وَكَانَ اَوَّلُ مَنْ اَظْهَرَ ذٰلِكَ فَقَالَ عَلِيٌّ اَعُوْذُ بِاللهِ رَحِمَهُمَا اللهُ تَعَالٰى ثُمَّ

نَهَضَ وَاَخَذَ بِيَدَيَّ وَاَدْخَلَنِي الْمَسْجِدَ فَصَعِدَ الْمِنْبَرَ ثُمَّ قَبَضَ عَلٰى لِحْيَتِهٖ وَهِيَ بَيْضَاءُ فَجَعَلَتْ دُمُوْعُهٗ لِيَتَجَاوَزَ عَلٰى لِحْيَتِهٖ وَجَعَلَ يَنْظُرُ لِلْبُقَاعِ حَتّٰى اجْتَمَعَ النَّاسُ ثُمَّ خَطَبَ فَقَالَ مَا بَالُ اَقْوَامٍ يَذْكُرُوْنَ اَخَوَيْ رَسُوْلِ اللهِ وَوَزِيْرَيْهِ وَصَاحِبَيْهِ وَسَيِّدَيْ قُرَيْشٍ وَاَبَوِي الْمُسْلِمِيْنَ وَاَنَا بَرِيْءٌ مِمَّا يَذْكُرُوْنَ وَعَلَيْهِ اُعَاقِبُ، صَحِبَا رَسُوْلَ اللهِ ﷺ بِالْجِدِّ وَالْوَفَاءِ فِيْ اَمْرِ اللهِ يَأْمُرَانِ وَيَنْهَيَانِ وَيَقْضِيَانِ وَيُعَاقِبَانِ لَايَرٰى رَسُوْلُ اللهِ ﷺ كَرَاْيِهِمَا وَلَايُحِبُّ كَحُبِّهِمَا حُبًّا لِمَا يَرٰى مِنْ عَزْمِهِمَا فِيْ اَمْرِ اللهِ فَقُبِضَ وَهُوَ عَنْهُمَا رَاضٍ وَالْمُسْلِمُوْنَ رَاضُوْنَ فَمَا تَجَاوَزُوْا فِيْ اَمْرِهِمَا وَسِيْرَتِهِمَا رَاْيَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ وَاَمْرَهٗ فِيْ حَيَاتِهٖ وَبَعْدَ مَوْتِهٖ وَقُبِضَ عَلٰى ذٰلِكَ رَحِمَهُمَا اللهُ تَعَالٰى فَوَالَّذِيْ خَلَقَ الْحَبَّةَ وَبَرَءَ النَّسَمَةَ لَايُحِبُّهُمَا اِلَّا مُؤْمِنٌ فَاضِلٌ وَلَا يُبْغِضُهُمَا

اِلَّا شَقِیٌّ مَارِقٌ وَحُبُّھُمَا قُرْبَۃٌ وَبُغْضُھُمَا مَرُوْقٌ"

(کتاب اطواق الحمامۃ فی مباحث الامامہ، از امام مؤید باللہ یحیی بن حمزہ الزیدی دراواخر کتاب ہذا ذکر نمودہ۔ بحوالہ تحفہ اثنا عشریہ: باب سوم درذکر احوال اسلاف، از شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ)[۱]

"سوید بن غفلہ کہتا ہے کہ میرا ایک قوم کے پاس گذر ہوا وہ ابو بکرؓ وعمرؓ کے حق میں تنقیص وحقارت بیان کر رہے تھے، میں نے جا کر حضرت علیؓ کو خبر کی اور کہا ان کا یہ خیال ہے جس چیز کا انہوں نے اعلان کر رکھا ہے وہ بات آپ بھی اپنے سینے میں چھپائے ہوئے ہیں ورنہ وہ اس کی جرأت کیسے کر سکتے تھے۔ اس قوم میں عبداللہ بن سبا بھی تھا، ابن سباء پہلا وہ شخص ہے جس نے [شیخینؓ کی حقارت اور علیؓ کی برتری] کا مسئلہ کھڑا کیا تھا۔ اس وقت حضرت علیؓ نے کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف پناہ لیتا ہوں۔ اللہ ان دونوں پر اپنی رحمت نازل فرمائے، پھر آپ اٹھے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے مسجد میں داخل کیا اور خود منبر پر تشریف لے گئے اور اپنی سفید داڑھی [مبارک] پر ہاتھ رکھا۔ آپ کے آنسو بہنے لگے۔ ریش چشم گریاں کی وجہ سے تر ہو رہی تھی۔ آپ مسجد کے مقامات کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتے رہے حتیٰ کہ لوگ مسجد میں مجتمع ہو گئے۔ پھر خطبہ دینا شروع کیا اور فرمایا کہ ایسے لوگوں کا کیا حال ہے؟ جو حضور سرور دوعالم علیہ الصلاۃ والسلام کے دونوں بھائیوں اور دونوں وزیروں، دونوں ساتھیوں اور قریش کے سرداروں اور مسلمانوں کے دونوں اکابر کو [تحقیر و تنقیص کے ساتھ] ذکر کرتے ہیں۔ میں ان کی اس حرکت سے بالکل بری ہوں اور میں اس چیز پر سزا دوں گا۔ یہ دونوں نبی کریم ﷺ کی صحبت [مقدس میں] وفاداری کے ساتھ رہے، خدا کے حکم موافق حکمرانی کرتے تھے اور زجر وتوبیخ کرتے تھے [شرع کے موافق] خصومات کیلئے فیصلے کرتے اور سزا دیتے تھے۔ حضور ﷺ ان کی رائے کے موافق کسی کی رائے کو وزن نہیں دیتے تھے اور نہ ان جیسا کسی کو دوست جانتے تھے، اس لئے کہ دین کے معاملہ میں ان کی پختہ عزمی تو نبی ﷺ پر واضح تھی۔ حضور اکرم ﷺ ان دونوں سے خوشنودی کی حالت میں رخصت ہوئے اور تمام مسلمان ان سے راضی

[۱] سوید بن غفلہ کی مذکورہ روایت لسان المیزان لابن حجرؒ: ۳/ ۲۹۰۔ حلیۃ الاولیاء لابی نعیم: ۷/ ۲۰۱۔ کنز العمال: ۶/ ۳۶۹۔ سیرت عمر بن خطاب لابن جوزی: ۲۰۲۔ میں بھی موجود ہے۔

اورخوشنود تھے۔اپنے دستور اور سیرت میں یہ دونوں حضرات حضور ﷺ کی رائے سے بالکل متجاوز نہیں ہوئے خواہ یہ معاملہ حضور کی حیات میں ہوا یا بعد از وفات پیش آیا۔ اس حال پر ان کا انتقال ہوا۔اللہ دونوں پر رحم نازل فرمائے۔پس اس ذات کی قسم! جس نے دانہ اور روح کو پیدا کیا۔بلند درجہ کا مومن ہی ان کے ساتھ محبت رکھتا ہے اور بے نصیب اور دین سے بے بہرہ شخص ہی ان کے ساتھ بغض وعدات رکھتا ہے۔ انکے ساتھ دوستی، نیکی اور خدا کی نزدیکی ہے ان کے ساتھ عداوت و بدگمانی، دین سے خارج ہونا ہے۔

صحابہؓ پر سبّ وتبرا اور اس کی سزا

ملا باقر مجلسی نے نقل کیا ہے کہ

"عن الرضا، عن آبائه عليهم السلام قال: قال رسول الله صلى الله عليه وآله: من سب نبيا " قتل، ومن سب أصحابي جلد"

(بحارالانوار:۷۶/۲۲۲ ۔ باب۹۷ حد المرتد وأحكامه،وفيه أحكام قتل)

امام رضاء اپنے آباءواجداد سے نقل کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا! جو شخص انبیاءؑ کو سبّ کرے، اسے قتل کیا جائے اور جو میرے صحابہ کرامؓ کو برا بھلا کہے اسے کوڑے مارے جائیں۔

...شتم رجل النبي صلى الله عليه وآله فسأل الوالي عبد الله بن الحسن والحسن ابن زيد وغيرهما، فقالوا: يقطع لسانه، وقال ربيعة الرأي وأصحابه، يؤدب فقال الصادق عليه السلام: أرأيتم لو ذكر رجلا " من أصحاب النبي صلى الله

علیہ وآلہ ما کان الحکم فیہ؟ قالوا: مثل هذا،

(بحارالانوار:۷۶/۲۲۲ ۔ باب ۹۷ حد المرتد وأحکامه،وفیه أحکام قتل)[۱]

ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالم گلوچ کی۔ والی شہر نے عبداللہ بن حسن اور حسن بن زید وغیرہ سے اس کے متعلق سوال کیا تو ان حضرات نے فرمایا کہ ایسے شخص کی زبان کاٹ دی جائے۔ ربیعۃ الرای اور ان کے اصحاب نے فرمایا کہ اس پر تعزیز کی جائے۔ صادقؒ نے سوال کیا: اگر یہ شخص کسی صحابی کو گالم گلوچ کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟ تو ان حضرات نے فرمایا کہ اس کا بھی یہی حکم ہے۔

صحابہؓ پر سبّ وشتم کی سزا کوڑے لگانا ہے

شیخ تاج الدین محمد بن محمد الشعیری [من اعلام القرن السادس الھجری] نے نقل کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا!

وقال (علیه السّلام) :من سبنی فاقتلوه،ومن سب أصحابي فقد کفر.وفی خبر آخر: ومن سب أصحابي فاجلدوه

(جامع الاخبار:۱۶۰، الفصل الخامس والعشرون والمائۃ، طبع نجف اشرف)

(جوکوئی مجھے برا کہے اس کو قتل کرو اور جو کوئی میرے اصحاب کو برا کہے تو اس نے کفر کیا۔[اور دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں] جوکوئی مجھے برا کہے اس کو قتل کرو اور جو کوئی میرے اصحاب کو برا کہے اس کو درّے لگاؤ)

صحابہؓ کی توہین کرنے والوں کا انجام، علیؓ کے ہاتھوں سے

شیخ عباس قمی نے ایک عجیب واقعہ یوں نقل کیا ہے کہ

از تاریخ مصر نقل شدہ کہ حسام الدولۃ[مقلد بن مسیب] راشعر

[۱]اسی مضمون کی روایات اہل السنۃ کی درج ذیل کتب حدیث میں ملاحظہ فرمائیں(المعجم الاوسط:جز۵/۳۵۔المعجم الصغیر:جز۱/۲۳۴۔شفاء قاضی عیاض:۲/۱۳۰تا۱۸۳)

نیکو و رفض فاحش بود تا آنکه از و نقل ست که به یکے از حاجیان وصیت کردہ بود که چون بمدینه طیبه برسی سلام من بحضرت رسول برسان، وبگو که اگر شیخین رضی اللہ عنہ در جوار تو مدفون نبودند هر آئینه بسر و چشم بزیارت تو می آمدم ولیکن جناب علامه حلی در اجازۃ کبیرہ که به بنی زهره داده نقل کردہ که مقلد بن مسیب [حسام الدولة] پیغام جسارت آمیز و کلمات کفریه برائے قبر آنحضرت فرستاد آں شخص مبلغ تبلیغ کرد ولکن در خواب دید حضرت رسول و امیر المؤمنین را آنکه جناب امیر المؤمنین او را بقتل رسانید۔ آں خواب را تاریخ برداشت چون بر گشت از حجاز مقلد بن مسیب را کشته بودند در هماں شب که تاریخ برداشته بود

(تتمۃ المنتہیٰ: ۳۲۵۔۳۲۶ تحت ۳۹۱ھ، مطبوعہ تہران)

۳۹۱ھ ہی میں حسام الدولہ مقلد بن مسیب جو بنی عقیل میں سے پہلا حاکم ہے کہ جن کی دیار موصول و شام و حلب و انبار میں سلطنت تھی، اپنے ایک غلام کے ہاتھوں مارا گیا اور تاریخ مصر سے نقل ہوا ہے کہ حسام الدولۃ کے عمدہ اشعار تھے اور وہ سخت قسم کا رافضی تھا یہاں تک کہ اس سے نقل ہوا ہے کہ اس نے ایک حاجی کو وصیت کی کہ جب مدینہ طیبہ میں پہنچو تو میرا اسلام رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہنچانا اور کہنا کہ اگر شیخین رض آپ کے جوار میں دفن نہ ہوتے تو بسر و چشم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کے لئے حاضر ہوتا۔ لیکن علامہ حلّی نے اجازہ کبیرہ میں جو بنی زہرہ کو دیا ہے، نقل کیا ہے کہ مقلد بن مسیب نے جسارت آمیز اور کلمات کفریہ کا پیغام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک پر بھیجا۔

اُس شخص پیغام رساں نے پیغام دیا لیکن اس نے خواب میں حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امیر المؤمنین علیہما السلام کو دیکھا اور یہ کہ مقلد کو حضرت امیر المؤمنین نے قتل کر دیا ہے، اس نے اس خواب کی تاریخ نوٹ کر لی اور جب حجاز سے واپس آیا تو مقلد بن مسیب کو اسی رات کو جس کی تاریخ نوٹ تھی، قتل کر دیا گیا تھا۔

(سیرت معصومین، احسن المقال ترجمہ تتمۃ المنتہیٰ: ۲/ ۶۲۷۔ ۶۳۷ سید صفدر حسین نجفی، مطبوعہ لاہور)

صحابہؓ واہلبیتؓ سے بغض کا انجام

گیارہویں امام کی لکھی ہوئی تفسیر امام حسن عسکری میں ہے کہ

وإن رجلا ممن يبغض [آل] محمد وأصحابه الخيرين أو واحدا منهم لعذبه الله عذابا لو قسم على مثل عدد ما خلق الله تعالى لاهلكهم أجمعين

(تفسیر الامام العسکری: جز ۸۸ / ۲۔ باب توبہ آدم وتوسلہ بمحمد وآل صلوتہ۔ تفسیر البرھان: 1 / 125 ح 1، ومستدرك الوسائل: 1 / 592 ح 3 ب 9.)

اگر کوئی شخص آل محمد ﷺ سے اور اصحاب محمد سے دشمنی رکھے یا منجملہ ان میں سے کسی ایک سے بھی، اس پر خدا ایسا عذاب نازل کرے گا کہ اگر وہ تمام مخلوق پر تقسیم کیا جائے تو وہ سب ہلاک ہو جائیں۔

اب جس کے جی میں آئے وہی پائے روشنی
ہم نے تو دل جلا کے سرِ عام رکھ دیا

الغرض: طریقہ اہل بیتؓ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ائمہ اہل بیتؓ کا نقطہ نظر اس حوالے سے بالکل دوٹوک تھا اور وہ حضرات سب وشتم، لعن طعن تو دور کی بات ہے اشارہ اور کنایہ سے بھی توہین صحابہؓ کو قطعاً گوارا نہیں کرتے تھے اور وہ کسی قسم کی نرمی کے روادار ہرگز نہ تھے بلکہ شاتمین صحابہؓ کی سخت تعزیر کے قائل تھے۔

فلھذا انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ موجودہ حالات میں توہین صحابہؓ کا جرم اور اس کی سزا کا تعین، طریقہ اہل بیتؓ کی روشنی میں کیا جانا چاہئے۔ البتہ ملحوظ رہے کہ یہ تمام کام حکومت وقت کی ذمہ داری ہے، عوام الناس کی نہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ موجودہ حکومت اصحابؓ واہل بیتؓ کی توہین وتنقیص اور سبّ وشتم کے مرتکبین کے بارے میں باقاعدہ قانون سازی کرکے تعزیری سزاؤں کی تنفیذ کرے، تاکہ وطن عزیز میں ہر قسم کے فتنہ کا سد باب ہو اور امن وآشتی کی فضاء قائم ودائم رہ سکے۔

[خِتٰمُهٗ مِسْكٌ ؕ وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ]

مطالعہ مذاہب

پادری قرآن کو آگ لگا رہے ہیں؟

نہیں!

تورات۔ انجیل اور صحفِ انبیاء
کے عقائد و مضامین
کے نگہبان (مہیمن) کو آگ لگا کر
اپنی مذہبی روایات
سے جان چھڑانا چاہتے ہیں
جو
چھوٹنے والی نہیں

اگر باؤلے پادری باز نہ آئے تو پھر بائبل زیر بحث آئے گی جس کے بہت سے مضامین اکاذیب، خواہشات، انبیاء پر الزامات اور خانہ ساز کہانیوں کے ساتھ ساتھ ہر طرح کی برائیوں کو مذہبی جواز فراہم کرتے ہے۔ بدکاری، مکروفریب، ہم جنس پرستی کے لیے سہولت کار ہیں۔

ہم بائبل کو آگ نہیں لگائیں گے کہ اس میں انبیاء سابقین کا تذکرہ بھی ہے اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے پیشن گوئیاں بھی۔

مقدسات کا تذکرہ ہمیں مجموعی طور پر بائبل کے لیے توہین آمیز رویہ اختیار کرنے سے مانع ہے۔

آئینہ ہم دکھادیں گے۔صلح پسند مسیحی مذہبی رہنماؤں سے اپیل ہے کہ جو پادری۔قرآن مجید کے متعلق باؤلے ہو گئے ہیں انہیں پٹہ ڈال لیں...... ورنہ پھر پوری عیسائی برادری ایک شدید ردعمل کے لیے تیار رہے۔

قرآن اور دیگر مذاہب کی کتابیں

(۱) ہندومت (بدھ مت، سکھ مت) (۲) یہودیت (۳) عیسائیت........... یہ ہیں اسلام کے معاصد مذاہب۔

قرآن مجید۔اللہ کا کلام ہے اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل کیا ہے۔چودہ صدیوں سے محفوظ ہے اور ہر زمانہ میں اتنی بڑی تعداد میں مسلمان اس کی تلاوت کرتے اور اسے نسلوں کے لیے منتقل کرتے رہے کہ اتنی بڑی مقدار کا کسی جھوٹ پر جمع ہونا محال ہوتا ہے۔اس کو نقل متواتر کہتے ہیں اور پھر تعلیم و تعلم میں اب سے تب تک ایک سنہری زنجیر ہے جو پڑھنے پڑھانے والوں کے درمیان قائم ہے۔اسے سند متصل کہا جاتا ہے۔

دوسرے مذاہب کی کتابوں کے الفاظ اور مضامین کے لیے نہ تو نقل متواتر موجود ہے نہ سند متصل ...... جہالت، ضد، عناد اور شیطان کے اغواء کی وجہ سے ان مذاہب پر جے چلے آنے والے، ہندوؤں، یہودیوں اور عیسائیوں کو اسلام اور قرآن مجید سے یہ ہی چڑ ہے جو نہ تو قرآن مجید میں غور وفکر کرنے کی اجازت دیتی ہے اور نہ ہی وہ اس کے ساتھ اپنے عناد کو چھوڑنے کے لیے تیار ہیں۔

جائزہ لیں

ہندو مذہب، جو تاریخی اعتبار سے قدیم مذہب ہے اُس کی کتابیں یہ ہیں۔

☆ وید۔ گیتا۔ اُپنشد۔ پران۔ رامائن

ظاہر ہے یہ آسمان سے خداوند تعالیٰ کی طرف سے اتاری جانے والی وحی والہام سے لکھی جانے والی تو ہیں نہیں۔ کیونکہ ہندو مذہب، رسالت، وحی، اور آسمانی ہدایات واحکام سے متعلق اس تصور کا قائل ہی نہیں ہے جو تصور۔ یہودیت، مسیحیت اور اسلام میں پایا جاتا ہے۔

پھر یہ کتابیں، کس نے لکھیں، کس زمانے میں لکھیں کوئی یقین کے ساتھ نہیں بتا سکتا۔

مضامین۔ ان کتابوں کے اس طرح الجھے ہوئے ہیں کہ نہ تو اس کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی ان کا مفہوم کسی کی سمجھ میں آنے والا ہے۔

مشہور ترین کتاب رامائین تو ایک جنگ کا قصہ ہے کہ جب رامچندر کی بیوی ''سیتا'' کو...... اغوا کر کے لے جاتا ہے اور اس کی بازیابی کی کوشش، مزاحمت اور جنگ میں تبدیل ہو جاتی ہے تو کس طرح پوری مخلوق اس جنگ میں شامل ہوتی ہے۔ اور کتنا عرصہ یہ جنگ جاری رہی۔ اور نتیجہ کیا برآمد ہوا۔ عقل کو حیران کر دیتا ہے۔

یہودیت

یہود کی بنیادی کتابیں پانچ ہیں۔

(۱) پیدائش (۲) خروج (۳) گنتی (۴) احبار (۵) استثناء...... اور ان پانچ کتابوں کا مجموعہ تورات کہلاتا ہے۔ عیسائی بھی ان کو الہام سے اور روح القدس کی تائید سے لکھی گئی کتابیں مانتے ہیں۔

کتاب پیدائش میں۔ زمین وآسمان اور ان کے درمیان کی کائنات کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیدائش کی کہانی بیان ہو رہی ہے۔

کتاب خروج میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قیادت میں یہودیوں۔ بنی اسرائیل کے مصر سے نکل کر ارض مقدس۔ شام کی طرف کے سفر کی روئیداد ہے۔

کتاب گنتی میں بنی اسرائیل کی مردم شماری کے احوال ہیں۔

کتاب احبار میں۔ یہودی مذہبی رہنماؤں کے نظم کا بیان ہے ان کے اختیارات ان کی مذہبی رہنمائی اور ذمہ داری کا بیان ہے۔ جب کہ کتاب استثناء میں۔ یہودی شریعت بیان ہوئی ہے اس کو اسی لیے تثنیہ شرع بھی کہتے ہیں.......... یہ ہے تورات..........تورات..........موسیٰ علیہ السلام کو کوہ طور پر عطاء کی گئی۔ یہ تین یا تین سے کچھ زیادہ پتھر کی سلوں پر لکھی ہوئی دی گئی۔ (قرآن مجید میں اس کے لیے ''الواح'' کا لفظ استعمال ہوا ہے جو لوح کی جمع ہے جس کے معنی ہیں ''تختی'') قرین قیاس یہ ہی ہے کہ یہ تین سے نو تک کی تعداد میں ہوں گی......جن پر احکام عشرہ'' دس قانون لکھے ہوئے تھے۔ یہ کتاب استثناء ۶:۵۔۲۱ میں بھی ہیں اور کتاب خروج ۲۰:۱۔۱۷ میں بھی۔ حضرت موسیٰ و ہارون فوت ہو گئے لیکن اس تورات پر کیا بیتی۔ خونچکاں ہے۔ تورات حفاظت کے لیے ایک تابوت میں رکھی رہتی تھی۔ اسے ''تابوت سکینہ'' کہا جاتا تھا۔ بنی اسرائیل پر برے دن آئے تو جالوت نام کا بت پرست بادشاہ ان پر حملہ آور ہوا۔ غالب آ گیا اور تابوت سکینہ بھی اپنے ساتھ لے گیا۔ اللہ تعالیٰ نے مہربانی فرمائی۔ حضرت طالوت کو بنی اسرائیل کا سپہ سالار بنایا۔ وہ طالوت سے جہاد کرنے چلے حضرت داؤد بھی اسی لشکر میں تھے۔ جن کے ہاتھوں جالوت قتل ہوا۔ جالوتیوں نے تابوت سکینہ کو ایک بیل گاڑی پر رکھا اور انہیں بنی اسرائیل کی طرف ہانک دیا۔ دور شروع ہو چکا تھا۔ حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کا......تابوت کھولا گیا تو اُس میں سے صرف دو تختیاں برآمد ہوئیں۔ ان پر کتنی تحریر اور کتنا مضمون ہوگا اندازہ لگانا مشکل نہیں......کسی طرح بنی اسرائیل میں گردش کرنے والی روایات کو جمع کر کے اُن کو تورات کا نام دیا گیا......پھر ایک دفعہ ایرانیوں نے ۵۸۰ قبل مسیح میں ایک دفعہ رومیوں نے ۷۰ عیسوی میں حملہ کر کے تباہی مچادی۔ ہیکل اور فلسطین کی اینٹ

سے اینٹ بجادی۔تورات نام کی اس دستاویز کوڈھونڈ ڈھونڈ کر جلادیا اس کا نام ونشان بھی مٹ گیا۔

ان واقعات کے بعد تورات کیسے مرتب ہوئی۔کس نے قلمبند کی۔اوران پانچ کتابوں کے علاوہ بائبل کے عہد نامہ قدیم کی باقی ۳۴ یا ۴۱ کتابیں کس علمی اصول ، قاعدے سے لکھی گئیں اور انصاف وعلم کے ترازو میں ان کا وزن کیا ہے۔کوئی تو بتلائے۔

مسیحیت..........انجیل

مسیح علیہ السلام اپنی حیات طیبہ کے تین برس (تیس سال کی عمر سے تینتیس سال کی عمر تک) اللہ تعالیٰ کے پیغام کی منادی کرنے کے بعد منظر عام سے اوجھل ہوگئے۔

کوئی کتاب کوئی تحریری مواد اور کوئی احکام ومضامین کی دستاویز اپنے پیچھے چھوڑ کر نہیں گیے۔ایک ورق یا صفحہ تو کیا،ایک لفظ بھی۔عیسائی مذہب کے مطابق مسیح علیہ السلام۔خدا کے بیٹے تھے (العیاذ باللہ) اُن پر کوئی کتاب نازل نہیں ہوئی وہ زبانی طور پر تعلیم دیتے تھےاور بشارت دیتے تھے کہ خدا کی بادشاہی نزدیک آ گئی ہے۔" یہی انجیل تھی کہ انجیل کا معنی ہے خوشخبری.......... یہودیوں کی سازش سے رومی گورنر کے حکم پر اور مسیح کے ایک شاگرد (حواری رسول) یہوداا سکریوتی کی مخبری پر مسیح کو گرفتار کر کے سزائے موت سنائی گئی اور وہ صلیب پر موت سے ہمکنار ہوئے اور منظر عام سے ہٹ گئے تو مختلف لوگوں نے اُن کی زندگی ،سیرت، تعلیم اور خوشخبری پر کتابیں لکھنا شروع کیں۔ان گنت انجیلیں لکھی گئیں ان میں سے ایک طویل عرصہ کے بعد چارانجیلیں عیسائی مذہب کا سرمایہ قرار دی گئیں اور باقی انجیلوں کو مسترد کر دیا گیا۔ وہ چار انجیلیں یہ ہیں

۱۔انجیل بمطابق ''متی''

۲۔انجیل بمطابق ''مرقس''

۳۔انجیل بمطابق ''لوقا''

۴۔انجیل بمطابق ''یوحنا''

انجیلوں کے یہ لکھاری۔ مسیح کے ساتھ کیا تعلق رکھتے ہیں پہلا اور چوتھا۔ متی اور یوحنا تو مسیح علیہ السلام کے شاگرد ہیں جب کہ مرقس اور لوقا تو مسیح کے برابر راست شاگرد یا صحابی و حواری بھی نہیں۔ انہوں نے لوگوں میں پھیلی ہوئی روایات کو جمع کیا اور کسی راوی کا نام بھی نہیں لکھا۔ بس سنی سنائی باتیں لکھتے چلے گئے مسیح کے منظر عام سے اوجھل ہو جانے کے بعد لکھی گئی۔ یہ انجیلیں کس حد تک اور کیوں کر مستند قرار دی جا سکتی ہیں۔ یہ سمجھنا کوئی مشکل نہیں......

پھر ان چار انجیلوں کے بعد باقی ۲۳ کتابوں کی تو نسبت بھی کسی نے حضرت مسیح علیہ السلام کی طرف نہیں کی۔ پانچویں کتاب ''رسولوں کے اعمال''۔ حواریوں کی کارگزاری پر مشتمل ہے جب کہ باقی پولوس کے علاوہ کچھ بزرگوں کے خطوط اور آخر میں ایک بزرگ کا مکاشفہ ہے...... یوں یہ ستائیس کتابیں عہد نامہ جدید ہیں اور انہیں ہی عامۃ الناس کو مغالطہ دینے کے لیے ''انجیل'' کہہ دیا جاتا ہے۔

بائبل

علاوہ ازیں۔ اب یہ سب کی سب کتابیں ایک جگہ ایک کتاب میں جمع کی گئیں ہیں اور اس کا نام ہے ''بائبل'' یہ ۷۳ کتابیں ہیں۔ ۴۶۔ عہد نامہ قدیم کی اور ۲۷۔ عہد نامہ جدید کی...... عیسائیوں کا فرقہ ''پروٹیسٹنٹ'' ان میں سے سات کتابوں کو الہامی تسلیم نہیں کرتا جب کہ کیتھولک فرقہ (جو عیسائیت کا قدیم ترین اور تعداد میں تمام فرقوں سے اکثریتی فرقہ ہے...... اور وہ اپنی نسبت حواری۔ ''پطرس رسول'' کی طرف کرتا ہے۔ جس کا مرکز ویٹکن میں ہے اور اس کے عالمی سطح کے مذہبی رہنما کو ''پوپ'' کہتے ہیں) سب کی سب ۷۳ کتابوں کو الہامی اور روح القدس کی رہنمائی میں لکھی گئی کتابیں مانتا ہے۔ ان کتابوں میں کتنی کتابیں ہیں جن کی تعارفی تمہید میں ''مصنف نامعلوم'' کے الفاظ درج ہیں۔ جب کہ جن کتابوں کے مصنفین کے بارے میں کوئی دعویٰ کیا گیا ہے وہ بھی محض دعویٰ ہے اس کی کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔

پھر یہ کہ ان تمام ۷۳ کتابوں کو کب اور کس کی محنت سے ایک جگہ جمع کر کے اس پوری

دستاویز کو ''بائیبل'' کا عنوان دیا گیا...... یہ بھی معلوم نہیں...... بائیبل عبرانی لغت کا لفظ ہے جس کا معنی ہے ''متعدد کتابوں کا مجموعہ''......

یہ ہے حقیقت کہ قرآن مجید جب کلام الٰہی کے طور پر تمام تر پختہ دلائل کے ساتھ سامنے کھڑا اور روشنی پھیلا رہا ہے جس سے تمام معاصر مذاہب کے رہنماؤں کی آنکھیں چندھیا رہی ہیں۔ اپنی بھیڑوں کو اپنے مذہب کے چنگل میں قید رکھنے کا اس کے سوا کوئی چارہ اُن کے پاس نہیں کہ جھوٹ پر مبنی داستانوں سے لوگوں کو قرآن مجید کے مطالعہ اور اس سے روشنی حاصل کرنے سے دور رکھا جائے......اور یہ ہی وہ حقیقت ہے جس نے جنونی پادریوں کے دلوں میں حسد، بغض، اور عناد کی آگ لگا رکھی ہے......اور جب قرآن مجید حضرت موسیٰ، حضرت داؤد، حضرت عیسیٰ اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات پر سے پردے اٹھاتا ہے تو یہ دلوں میں لگی آگ مزید تیز ہوتی ہے اور انتقاماً قرآن مجید کو آگ لگا کر اپنے دل کی اس آگ کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

قرآن مجید

قرآن مجید کے اللہ تعالیٰ کا کلام ہونے اور چودہ صدیوں سے محفوظ طریقہ سے منتقل ہوتے چلے آنے پر اَن گنت دلائل موجود ہیں اور یہ کہ یہ کلام روح القدس کے ذریعہ پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ کے قلب اطہر پر نازل ہوا ساتھ ہی ساتھ قلمبند ہوتا رہا، ضبط تحریر میں لایا جاتا رہا اور حفظ کیا جاتا رہا...... حضرت محمد ﷺ جب اس دنیا سے رخصت ہوئے اسی طرح اس کی تلاوت کی جاتی تھی اور حفظ کیا جاتا تھا جس طرح آج یہ ہمارے ہاتھوں میں موجود ہے...... کسی دور میں بھی ایسا نہیں ہوا کہ اس کے ہزاروں نسخے موجود نہ ہوں اور لاکھوں افراد اسے دیکھ کر اور زبانی اس کی تلاوت نہ کرتے ہوں۔

اس حقیقت پر یہودی، عیسائی اور دیگر مذاہب کی طرف سے کوئی ایسا اعتراض نہیں ہوا جس کا مسکت اور منہ توڑ علمی جواب نہ دیا گیا ہو۔

مسیحی مذہبی رہنماؤں سے اپیل

یہ ایک حقیقت ہے اور اس کا اعتراف برملا ہونا چاہیے کہ ہم مسلمان بائبل میں شامل کتابوں کو الہامی تسلیم نہیں کرتے اور مسیحی مذہب قرآن مجید کو کلام الٰہی اور پیغمبر اسلام علیہ السلام کو اللہ کا رسول تسلیم نہیں کرتا۔

لیکن تاریخ کی شہادت یہ ہے کہ مسلمانوں نے کبھی بائبل کی کتابوں کی توہین نہیں کی ان کے مستند اور الہامی ہونے پر علمی اعتبار سے کلام ضرور کیا ہے لیکن ان کو اُٹھا کر زمین پر پٹخ ڈالنے یا آگ میں پھینک دینے کی جرأت و جسارت کبھی نہیں کی...... جب کہ ہر دور میں عیسائی مذہب کے جنونی رہنماؤں نے قرآن مجید اور پیغمبر اسلام کی گستاخی کی ہے اور اس طرح کے واقعات سے تاریخ بھری پڑی ہے۔

ہم نے بائبل میں موجود ایسے مضامین کی بنیاد پر جو انبیاء سابقین کی توہین پر مبنی ہیں یہ مطالبہ ضرور کیا کہ ان مضامین کو یا تو بائبل کی کتابوں سے نکال دیا جائے یا ان کے پڑھنے، پڑھانے اور شائع کرنے پر پابندی لگائی جائے۔ لیکن ہم نے کبھی یہ جرأت نہیں کی کہ ان کتابوں پر کوئی مقدمہ چلایا جائے اور انہیں سزا سنائی جائے اور پھر بزعم خویش وہ سزا دے دی جائے۔

لہٰذا ہم علم و دانش اور انصاف و صداقت کے نام پر یہ اپیل کرنے میں حق بجانب ہیں کہ عیسائی مذہب کے وہ رہنما جو انصاف، دیانت، رواداری اور پُر امن بقائے باہمی کے علمبردار ہیں۔ آگے آئیں اور پُر امن فضاء کو آگ لگانے والے ان جنونیوں کے راستے بند کریں۔ اور مذاہب کے درمیان رواداری، باہمی احترام اور امن کی فضاء کو برقرار رکھنے میں اپنا کردار ادا کریں۔

یہ ہماری طرف سے اپیل ہے۔ ہم ان حضرات کی طرف سے مثبت رویے اور جواب کے متمنی بھی ہیں اور منتظر بھی ہیں۔

مدیر مکالمہ

دوسری قسط

تذکرہ سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ۔ رسول اللہ کی پیروی کے پیکر اور دین کی حفاظت کی عظیم علامت ہیں، اور سیدنا صدیق اکبر نے اپنے دور خلافت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشن کی تکمیل کی ہے، یہ ہی وجہ ہے کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ سیدنا صدیق اکبر کا دور خلافت کوئی الگ اور مستقل دور خلافت نہیں بلکہ اسے دور نبوت کا تتمہ اور اس کا حصہ سمجھنا چاہیے کیونکہ رسول اللہ نے اپنی حیات طیبہ کے آخری دنوں میں جن کاموں کا آغاز فرمایا اور وہ ابھی تشنہ تکمیل تھے کہ آپؐ اپنے رفیق اعلیٰ کی طرف منتقل ہو گئے ان تمام کاموں کی تکمیل سیدنا صدیق اکبر نے کی ہے اور پوری استقامت کے ساتھ ان کاموں کو سرانجام دیا......اور خلیفۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیثیت سے جو عظیم ذمہ داری آپ کے کندھوں پر ڈالی گئی تھی اُسے بڑی حکمت عملی، تدبر و فراست، اور جرأت و استقامت کے ساتھ پورا کیا۔

(۱) لشکر اسامہ کی روانگی

حضور سید دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ میں ہی نصرانیوں کے ساتھ ایک جنگ ہوئی جس کو جنگ موتہ کہا جاتا ہے یہ وہ جنگی معرکہ ہے جس میں حضور نے اپنے منہ بولے بیٹے صحابی حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو لشکر کا سالار بنایا تھا اس جنگ میں حضرت زید، شہید ہو گئے آپ نے سُن رکھا ہے کہ یہ علم نبوت اور شان رسالت ہے کہ اتنے فاصلے پر حضور نے مدینہ منورہ میں صحابہ کرام کو اس جنگ کے احوال کی خبر دی اور فرمایا

أخذ الرأیۃ زیدٌ فاصیب

اسلامی لشکر کا پرچم زید نے اُٹھا رکھا تھا کہ وہ شہید ہو گئے۔

ثم اخذ الرایۃ جعفر فاصیب

پرچم کو گرنے نہیں دیا۔ اسے جعفر نے اُٹھا لیا اور وہ بھی شہید کر دیئے گئے ...... یہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ ابن ابی طالب ہیں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بھائی ہیں۔ انہوں نے پرچم بلند کیا۔ جس ہاتھ میں پرچم سنبھال رکھا تھا دشمن کی تلوار کے وار سے وہ کٹ گیا تو پرچم گرنے نہیں دیا بلکہ دوسرے ہاتھ میں پکڑ کر بلند رکھا اور جب یہ ہاتھ بھی کٹ گیا تو دونوں کٹے ہو بازوؤں سے پرچم کو سنبھالے رکھا...... یہ اسلام کی تابندہ تاریخ اور صحابہ کرام کی جرأت و بہادری، اسلام کے لیے قربانی کا جذبہ اور اسلام کے پرچم کو سر بلند رکھنے کا سنہری واقعہ ہے اور جب دشمن کے وار سے شہادت کے درجہ پر فائز ہو رہے تھے تو پرچم کو ان کٹے ہوئے بازووں سے اوپر کی طرف اچھالا تو...... حضور نے فرمایا

ثم اخذ الرأیۃ ابن رواحہ فاصیب

پھر اس پرچم کو عبداللہ بن رواحہ نے سنبھال لیا ہے اور گرنے نہیں دیا لیکن جب وہ بھی جام شہادت نوش کر گئے تو

ثم اخذ الرایۃ سیفٌ من سیوف اللّٰہ......

پھر اس پرچم کو اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار نے یعنی خالد بن ولید نے تھام لیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اُن کے ہاتھ پر اسلام اور مسلمانوں کو فتح سے ہمکنار فرما دیا ہے۔

حضور کا یہ خبر دینا۔ اخبار غیب میں سے ہے اور یہ عظیم معجزہ ہے اللہ تعالیٰ اسی طرح اپنے نبی کو حالات واقعات سے آگاہ فرماتے ہیں اور جب چاہتے ہیں ان پر اپنے علم کے دروازے کھول دیتے ہیں۔

بہر حال...... اللہ تعالیٰ نے اس جنگ میں فتح نصیب فرمائی لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان تین جرنیل صحابہ اور بالخصوص اپنے منہ بولے بیٹے حضرت زید کی شہادت کا صدمہ تھا۔ آپ نے نصرانیوں کی قوت کو توڑنے اور انہیں سبق سکھانے کے لیے ایک لشکر تیار کیا۔ بڑے بڑے صحابہ اس لشکر میں شریک فرمائے اور اس کا سپہ سالار حضرت زید بن حارثہ کے بیٹے حضرت اسامہ کو مقرر فرمایا۔ اور پرچم اُن کے ہاتھ میں دیا۔ اُسامہ بن زید بھی حضور کو بڑے عزیز تھے۔ یہ لشکر تیار ہوا

اور مدینہ سے باہر جرف کے مقام پر سفر کی تیاری کر رہا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مرض وفات میں شدت پیدا ہوگئی اور یہ لشکر اسی مقام پر رُکا رہا۔

حضور اپنے رفیق اعلیٰ کی طرف انتقال فرما گئے مدینہ منورہ میں صدمے کی کیفیت تھی، صحابہ کرام غم سے نڈھال تھے کہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے اور حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہدایات کی روشنی میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت ہوئی آپ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفہ اور امیر المومنین منتخب کر لیے گئے تو آپ کے سامنے سب سے اہم مسئلہ، اسی لشکر اُسامہ کا درپیش تھا۔ صحابہ کرام مشورہ دے رہے تھے کہ اس لشکر کی روانگی کچھ عرصہ کے لیے مؤخر کر دی جائے حالات کا جائزہ لیا جائے اور جب حالات سازگار ہوں تب اس لشکر کو روانہ کیا جائے۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا کہ: جس لشکر کا روانہ ہونا، سرورِ دوعالم نے طے فرما دیا تھا۔ حالات کچھ بھی ہوں گے آپؐ کی منشاء کے مطابق وہ لشکر روانہ ہوگا اس میں کوئی تاخیر نہیں کی جا سکتی۔ میں اس لشکر کا روانہ ہونا نہیں روک سکتا جس کا روانہ ہونا حضور نے طے فرما دیا تھا۔ یہ صدیق اکبر کی حضور کے فیصلوں پر من وعن عمل کرنے کے لیے جرأت و بہادری کی عظیم مثال ہے۔

پھر صحابہ کرام نے مشورہ دیا کہ اگر آپ اس لشکر کو روانہ کرنے کے حضور کے فیصلے کی تکمیل کرنا ہی چاہتے ہیں تو کم از کم یہ کیجئے کہ لشکر کا سپہ سالار۔ اُسامہ کی بجائے کسی اور جہاندیدہ، تجربہ کار اور سرد و گرم چشیدہ صحابی کو مقرر فرما دیں۔ اُسامہ۔ نوجوان ہیں، جنگ کی قیادت کا انہیں تجربہ بھی نہیں ہے اور معرکہ بھی بہت مشکل اور مدینہ سے دور دشمن کی زمین پر ہے۔

تو اُس عظیم المرتبت خلیفہ، امیر المومنین نے دوٹوک جواب دیا کہ نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔ جس شخص کو سرورِ کائنات نے جنگ کی قیادت کا منصب عطاء کیا تھا۔ میں اُسے کسی صورت معزول کرنے اور حضور کے فیصلے کو تبدیل کرنے کے لیے تیار نہیں لشکر اُسامہ اپنے جنگی سفر پر جائے گا۔ فوراً جائے گا اور اس کے سپہ سالار بھی اُسامہ بن زید ہوں گے جنہیں حضور نے سپہ سالار بنایا تھا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ حضور کے فیصلوں پر عمل درآمد کی یہ عظیم مثال ہے۔

(۲) تحفظ عقیدہ ختم نبوت

حضور خاتم النبین ہیں، عقیدۂ ختم نبوت کا اجمال یہ ہے کہ اب قیامت تک کا زمانہ حضور کی نبوت کا زمانہ ہے آپ کے عہد رسالت میں کوئی دوسرا شخص نبی نہیں ہوسکتا اور اللہ تعالیٰ قیامت تک کے لیے فیصلہ دے چکے ہیں کہ نبوت کا دروازہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ہمیشہ کے لیے بند کر دیا گیا ہے۔ اب کسی کو نبوت نہ دی جائے گی۔ یہ عقیدہ ہے۔ ایمان ہے۔ کسی طرح کی اس میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں نہ اس میں کوئی تاویل کی جاسکتی ہے۔ دجل وفریب اس سلسلہ میں جو بھی ہوگا۔ شیطانی چال سمجھا جائے گا اور امت مسلمہ اس کو قبول نہ کرے گی.......... لیکن تاریخ کی گواہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ کے آخری زمانہ میں یمامہ کے علاقہ سے ایک شخص جس کا نام مسیلمہ تھا اُس نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ حضور نے اُسے مسیلمہ کذاب قرار دیا اُس نے اپنے نمائندے آپؐ کے پاس بھیجے۔ حضور نے انہیں رد کر دیا لیکن حضور کی وفات کے بعد اس مسیلمہ کذاب نے اپنے قبیلے کے لوگوں کو اور شیطان کے جال میں پھنسے لوگوں کو جمع کیا، ایک لشکر تیار کیا۔ امیر المومنین سیدنا حضرت ابوبکر صدیق نے اس فتنے کی سرکوبی اور اسے جڑ سے اُکھاڑ پھینکنے اور عقیدہ ختم نبوت کی حفاظت کے لیے امت کے کردار کو قیامت تک کے لیے متعین کر دینے کے لیے عظیم لشکر روانہ کیا۔ جنگ ہوئی جسے جنگ یمامہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس جنگ میں بڑی تعداد میں صحابہ کرام شہید ہوئے ان میں چھ سو صحابہ وہ تھے جو قرآن مجید کے حافظ تھے۔

مسیلمہ کذاب مارا گیا۔ اُس کا لشکر شکست کھا گیا۔ دور اول میں انکار ختم نبوت کا یہ فتنہ اپنے انجام کو پہنچا۔ مدعی نبوت اور اس کو نبی ماننے والے واصل جہنم ہوئے۔

حضور کی منشاء کی تکمیل ہوئی آپ کے فیصلے

من بدل دنیه فاقتلوه اور **من ارتد فاقتلوه** پر عمل ہوا

یہ سیدنا صدیق اکبر کی طرف سے حضور اور آپ کے منصب رسالت وختم نبوت کے ساتھ والہانہ محبت اور وابستگی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

(۳) جمع قرآن مجید

قرآن مجید بلاشبہ۔ اللہ کا کلام ہے اور اس کی حفاظت بھی اللہ نے اپنے ذمہ لی ہے۔ فرمایا

''انا نحن نزلنا الذکر و انا الہ لحافظون'' (سورۃ الحجر)

بے شک ہم نے ہی الذکر (قرآن مجید) کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب اطہر اور صحابہ کرامؓ کے مقدس سینوں میں اس کا حفظ ہو جانا، اسی حفاظت کا ایک ذریعہ ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ قرآن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب اطہر پر نازل ہوتا رہا اور ساتھ ہی محفوظ ہوتا رہا۔

حکم یہ ہی تھا کہ

لا تحرک بہ لسانک لتعجل بہ۔ ان علینا جمعہ و قرآنہ (سورۃ القیامہ)

مت حرکت دیں اپنی زبان کو۔ کہ جلدی سے اسے حاصل کر لیں۔ کہ اس کا (آپ کے سینہ میں) جمع کرنا ہمارے ذمہ ہے اور (پھر آپ کی زبان نبوت پر) اس کی قرأت کا جاری کرنا بھی ہمارے ذمہ ہے۔

اسی طرح فرمایا

''لا تعجل بالقرآن من قبل ان یقضی الیک وحیہ'' (سورۃ طٰہٰ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سینہ میں قرآن محفوظ ہوتا رہا آپ نازل ہونے والی آیات کی صحابہ کے سامنے تلاوت فرماتے اور صحابہ پوری توجہ سے سُن کر انہیں اپنے سینوں میں محفوظ کر لیتے نیز آپ کاتبین وحی، صحابہ میں سے کسی کو بلا کر اُن آیات کے لکھ لینے کا حکم دیتے۔

جبرئیل امین ہر سال رمضان کے مہینہ میں اب تک نازل ہونے والے حصے کا حضور کے ساتھ دور کرتے اور یوں ترتیب بھی قائم ہوتی رہی جو صحابہ کرام کی طرف منتقل ہوتی رہی۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دنیا سے تشریف لے گئے اس طرح کہ قرآن مجید ہزاروں صحابہ کے سینوں میں لوح محفوظ کی ترتیب کے مطابق محفوظ بھی تھا اور مختلف حضرات کے ہاں مختلف چیزوں پر لکھا ہوا بھی موجود تھا۔

مسلمہ کذاب کے ساتھ جنگ یمامہ کے دوران بڑی تعداد میں صحابہ نے جام شہادت نوش کیا جن میں چھ، سات سو کے لگ بھگ وہ صحابہ تھے جو قرآن مجید کے حافظ تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ذہن میں ایک خدشہ اور تجویز پیدا ہوئی انہوں نے امیر المومنین سیدنا صدیق اکبر سے درخواست کی کہ جنگوں کا سلسلہ اب مزید بڑھ جائے گا، صحابہ شہید ہوتے رہیں گے تو کہیں ایسا نہ ہو کہ جن صحابہ کے دلوں میں قرآن مجید حفظ ہے وہ کم سے کم ہوتے چلے جائیں اور قرآن مجید کو کتابی شکل میں مرتب کرنا مشکل ہو جائے یہ وقت آنے سے پہلے آپ بحیثیت امیر المؤمنین اہتمام کریں کہ قرآن مجید ایک کتابی صورت میں محفوظ کر لیا جائے تاریخ وسیرت کی گواہی ہے کہ امیر المؤمنین اس سے گریز کرتے رہے کہ جو کام حضور نے نہیں کیا، وہ کام کرنے کا میں کیسے حکم دے سکتا ہوں۔ حضرت عمر، اس پر اصرار کرتے رہے حتی کہ امیر المومنین کا بھی اس سلسلہ میں شرح صدر ہو گیا۔

چنانچہ آپ نے اس کا اہتمام فرمایا۔ حضرت ابی بن کعب اور حضرت زید بن ثابت جیسے قرآن کو ترتیب سے یاد رکھنے والے صحابہ کے ساتھ دیگر چند صحابہ کو شامل کر کے حکم دیا کہ جہاں کہیں اور جس کسی صحابی یا صحابیہ کے پاس قرآن مجید کی آیات لکھی ہوئی موجود ہوں، انہیں جمع کر کے اُس ترتیب کے مطابق ضبط تحریر میں لے آو، جس کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے آخری ایام میں تلاوت فرمایا تھا کہ یہ لوح محفوظ کی ترتیب کے مطابق ہو گا قرآن کی حفاظت کا اہتمام بھی ہو جائے گا۔ اُس نسخہ سے دوسرے نسخے تیار کرنا بھی آسان ہوں گے اور امت کے لیے بھی سہولت پیدا ہو گی۔

اس طرح قرآن مجید جس کا جمع ہونا۔ اور کتابی شکل میں محفوظ ہونا۔ منشاء خداوندی بھی تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خواہش بھی تھی۔ یہ عظیم کام حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ذریعہ پایہ تکمیل تک پہنچا۔

ایران اور روم کی فتح

غزوۂ خندق کے موقع پر خندق کھودتے ہوئے، نبی آخر الزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیش گوئی فرمائی کہ قیصر و کسریٰ کے خزانوں کی چابیاں مجھے دی گئی ہیں۔

آپؐ نے صلح حدیبیہ کے بعد مشرکین عرب کے ساتھ جنگ بندی کا معاہدہ ہو جانے پر...... قیصر روم اور کسریٰ فارس کو خطوط بھیجے۔

انہیں اسلام قبول کرنے یا پھر اسلامی ریاست کی اطاعت تسلیم کرنے کی دعوت دی۔ لیکن انہوں نے اس دعوت کو قبول کرنے سے انکار کیا۔

حضور کی حیات طیبہ میں جزیرۃ العرب تو فتح ہو گیا اور یہاں اسلام کا پرچم لہرانے لگا۔ غزوہ تبوک اور جنگ موتہ کی صورت میں جزیرۃ العرب کے باہر، اسلام کے غلبہ اور قوت و حشمت کا پیغام تو پہنچ گیا لیکن یہ علاقے فتح نہ ہوئے اور حضور، اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جنگ یمامہ اور لشکر اسامہ کی صورت میں ان فتوحات کی بنیاد رکھی اور حضور کی اُس پیش گوئی کو عملی صورت دینے کے لیے پیش قدمی کا دروازہ کھولا جس کے نتیجہ میں سیدنا فاروق اعظم، سیدنا عثمان ذوالنورین اور سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہم کے ادوار خلافت میں غزوۂ خندق کے موقع پر کی گئی پیش گوئی پوری ہوئی۔ اور قیصر و کسریٰ کے خزانے، اسلام اور مسلمانوں کے قدموں میں جمع ہوئے۔

یہ اور اس طرح کے کئی واقعات ایسے ہیں کہ اگر اُن کا جائزہ لیا جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دھلویؒ کا یہ فرمان کہ حضرت ابوبکر صدیق کا دور خلافت در حقیقت۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور نبوت کا تکمیلی مرحلہ ہے۔ روز روشن کی طرح واضح ہو جاتا ہے۔ اور یہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی عظمت و فضیلت کا منہ بولتا ثبوت ہے اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اس طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سے خلافت دیئے جانے کے وعدہ کی تکمیل ہوئی تو اُس کا آغاز اور اس کی بنیاد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا دور خلافت ہی ہے۔

دوسری قسط: شیخ الحدیث امام اہلسنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ

بانی دارالعلوم دیوبند

کچھ اپنوں کے بارے میں

یہ جو کچھ بھی عرض کیا گیا ہے کہ جابر برطانیہ پادریوں اور آریوں کے فتنے اسلام کے خلاف جو کچھ کرتے رہے وہ تو انہوں نے کیا ہی مگر صد افسوس ہے کہ پیغمبر عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لگائے اور خون اور پسینہ سے سینچے ہوئے باغ کو ویران کرنے کی کوشش میں صرف دشمن ہی نہیں بلکہ محب نما دوست بھی مصروف تھے، معصیت اور جہالت کی گھنگھور گھٹائیں اُمنڈ اُمنڈ کر ہندوستان پر محیط ہوگئی تھیں، بھولے بھالے مسلمان ہندوؤں کی روش اور ان کے رسم ورواج کے کچھ ایسے غلام اور دلدادہ بن چکے تھے کہ بجائے سنت نبوی (علیٰ صاحبہا الف الف تحیۃ) انہی رسوم ورواجوں میں ان کو جس کروٹ کوئی لٹاتا وہ لیٹتے اور جس پہلوان کو کوئی بٹھاتا وہ بیٹھتے، دین سے غفلت اور بے خبری اکثر مسلمانوں کے دلوں پر اس طرح چھائی ہوئی تھی جس طرح موسم برسات میں سیاہ اور گھنے بادل آفتاب کو ڈھانپ لیتے اور دن کو رات بنادیتے ہیں، غرضیکہ دلوں کی کایا کچھ ایسے رنگ میں پلٹی ہوئی تھی کہ بربادی کا نام شادی، جہل کا نام علم، مشرکانہ رسوم کا نام دین اور خرافات وشعبدہ بازی کا نام کشف وکرامات تجویز کررکھا تھا، ضلالت اور گمراہی کا طوفان ہدایت اور رشد کی مضبوط دیواروں سے ٹکراتا اور شور مچاتا ہوا چلا جاتا تھا، علم شریعت کی تحقیر اور سنت نبویہ کی تذلیل وتوہین بڑھتی جاتی تھی، عوام علماء حق سے اپنے آپ کو مستغنی اور بے نیاز سمجھتے تھے، محدثات اور بدعات کو جزو اسلام بنالیا گیا تھا، کہیں نیچریت سر اُٹھاتی تھی تو کہیں اہل بدعت بدعات میں منہمک تھے، کہیں رفض وتشیع کا غلبہ تھا تو کہیں

عدم تقلید جنم لے رہی تھی، کہیں ڈھول وسارنگی کھڑکتی اور قوالیاں ہوتی تھیں تو کہیں بازاری عورتوں کے گانے پر وجد وحال کی محفلیں گرم دکھائی دیتی تھی، کہیں گور پرستی اور تعزیہ پرستی کا عروج تھا، تو کہیں حُبِ جاہ ومال اور طمع نفسانی کی امنگیں پورے جوبن پر تھیں، اس وقت ایسے حالات کو دیکھ کر اہل دل حضرات پر کیا گزری ہوگی۔ پوچھنا ہی کیا؟ ؎

بیمار غم کا حال خود آنکھوں سے دیکھ لو
کیا پوچھتے ہو دل پہ جوگزری گزرگئی!

تاریخ قیامِ دارالعلوم دیوبند

یہ تھے وہ مختصر سے دل گداز اسباب وعلل جن کی وجہ سے حجۃ الاسلام حضرت نانوتویؒ اور آپ کے رفقائے کار نے فراست ایمانی اور دیدہ بصیرت سے اندازہ کرلیا کہ اگر ان نازک حالات میں مذہبی اور دینی طور پر مسلمانوں کی حفاظت وتربیت کا کوئی معقول اور خاطر خواہ انتظام نہ کیا گیا اور قرآن وحدیث، فقہ وتاریخ اسلامی اور سلف صالحین کے اعلیٰ کارناموں اور اقدار سے ان کو باخبر نہ رکھا گیا تو سخت خطرہ ہے کہ (العیاذ باللہ) مسلمان کہیں نصرانیت اور دیگر فتنوں کے دام ہمرنگ زمین ہی میں نہ الجھ جائیں، جس جال کو بچھانے میں شاطران افرنگ اور پنڈتوں اور دیگر باطل پرستوں کے عزائم ومساعی کوئی راز پنہاں نہ تھے، مسلمانوں کی اجتماعی شیرازہ بندی کو پراگندہ کرنے اور آئندہ ان کو دینی ماحول اور دینی علوم وفنون سے بے بہرہ رکھنے کی جوکوشش وکاوش اس ملک میں ہورہی تھی، ان تمام پریشانیوں کو سوچنے اور سمجھنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت نانوتویؒ اور آپ کے رفقاء کار کو نتیجہ رس دماغ اور سیماب کی طرح بے قرار دل مرحمت فرمایا تھا، جو مستقبل بعید کو اپنے تدبر وتفکر کے آئینہ میں حال کی طرح دیکھ رہے تھے اور متلاشیان حق کے ایک ایک فرد کو زبان حال سے پکار پکار کر یہ کہہ رہے تھے ؎

کھول کر آنکھیں مرے آئینہ گفتار میں
آنے والے دور کی دھندلی سی اِک تصویر دیکھ

۱۵ محرم ۱۲۸۳ھ مطابق ۱۸۶۷ء بروز جمعرات (اسی دن ہفتہ بھر کے نیک اعمال اللہ تعالیٰ کے ہاں پیش ہوتے ہیں) تاریخ کا وہ مبارک دن تھا جس میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دی ہوئی امانت کا چشمہ علم سرزمین دیوبند سے پھوٹا اور رشد وہدایت کا پودا شجرہ طوبیٰ، بن کر پھیلا جس کے لذیز پھل سے دنیائے اسلام کی علمی بھوک ختم ہوئی، اور جس کی سرسبز وشاداب شاخوں کے سایہ کے نیچے جہالت اور غفلت کی بادسموم میں جھلسنے والوں کو چین اور اطمینان نصیب ہوا اور اس صاف اور شفاف چشمہ سے نہریں اور ندیاں پھوٹ پھوٹ کر نکلیں اور ایشیا بھر کے مردہ دلوں کو زندہ اور اجڑے ہوئے قلوب کو لہلہاتا ہوا چمن بنا دیا۔

اس مبارک تقریب میں بہت سے باخدا بزرگ جمع ہوئے اور دارالعلوم دیوبند کی موجودہ عالیشان عمارت کے متصل جنوب کی طرف مسجد چھتہ میں انار کے درخت کی ٹہنیوں کے سایہ میں اس مدرسہ کا افتتاح ہوا، اور سب سے پہلے معلم حضرت ملا محمود صاحبؒ اور سب سے پہلے متعلم حضرت مولانا محمود حسن صاحبؒ دیوبندی قرار پائے۔

اس مبارک مدرسہ کے آغاز کی خبر جب بتانے والوں نے مکہ مکرمہ میں حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ کو بتائی اور یہ کہا کہ حضرت ہم نے دیوبند میں ایک مدرسہ قائم کیا ہے، اس کے لیے دعا فرمائی جائے (کیونکہ مدرسہ کے بغیر احیاء دین کی اس وقت اور کوئی صورت نظر نہیں آتی) تو حضرت حاجی صاحب نے فرمایا۔

سبحان اللہ! آپ فرماتے ہیں ہم نے مدرسہ قائم کیا ہے، یہ خبر نہیں کہ کتنی پیشانیاں اوقات سحر میں سربسجود ہو کر گڑگڑاتی رہیں کہ خداوندا ہندوستان میں بقاء اسلام اور تحفظ علم کا کوئی ذریعہ پیدا کر یہ مدرسہ ان ہی سحر گاہی دعاؤں کا ثمرہ ہے۔"

(علماء حق کے مجاہدانہ کارنامے حصہ اول ص ۱۷ وسوانح قاسمی جلد ۲ ص ۲۲۳ از مولانا مناظر احسن گیلانیؒ)

بلاشبہ دارالعلوم دیو بند ہندوستان میں تحفظ اور بقائے اسلام کا ذریعہ ہے اور اس کی وجہ سے ہزاروں پیاسوں کو سیرابی نصیب ہوئی ہے۔ آہ ے

پینے میں آ گیا کہاں لپٹی ہیں اُڑ مستیاں
اتنی ہے تُند مے یہاں مست ہوں اور پی نہیں

عشقِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر چند واقعات

حضرت نانوتویؒ اور آپ کے رفقاء کار اور عقید تمندوں کو جس درجہ اور جس قدر والہانہ عشق ومحبت اور اخلاص وعقیدت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہے، اس کا انکار بغیر کسی متعصب اور سوائے کسی متعنت کے اور کوئی نہیں کر سکتا۔ رومانی افسانوں میں مجنوں بنی عامر کے عشق ومحبت کے بڑے بڑے افسانے زبان زد خلائق ہیں، لیکن اگر مجنوں سگ کوچہ لیلیٰ پر فدا تھا تو حضرت نانوتویؒ اور ان کے رفقائے کار مدینہ طیبہ کی مبارک گلیوں کے ذرات پر قربان و نثار تھے۔ اگر مجنوں لیلیٰ کے عشق میں مجبور ومقہور تھا تو یہ حضرات عشق محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بے چین و بے قرار تھے، اگر مجنون لیلیٰ کی اداؤں پر مفتون تھا تو یہ حضرات اپنے آخرالزمان نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیاری سنتوں کے شیدائی تھے، اگر مجنون لیلیٰ کے انس والفت کے دام میں گرفتار تھا تو یہ حضرات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تعلق وعلاقہ پر نثار تھے، اور آپ کے لگاؤ اور آپ کی پسند کو جان عزیز سے بھی زیادہ قیمتی سمجھتے تھے، کیونکہ وہ یہ جانتے اور دل سے مانتے تھے کہ دینی اور دنیوی تمام لذتوں کا سرچشمہ ہی اس برگزیدہ ہستی کے ساتھ مودت اور عقیدت ہے جن کے ارشاد فرمودہ ایک جملہ کے مقابلہ میں دنیا بھر کے لعل و گوہر اور ہفت اقلیم کی دولت اور خزانے قطعاً کوئی وقعت وحیثیت نہیں رکھتے اور جن کے پیارے اقوال وافعال اور اسوہ حسنہ کے مقابلہ میں کوئی لذیز اور خوش آیند سے خوش آیند چیز بھی ایک رتی بھر کا وزن نہیں رکھتی، جن کا اسم

گرامی دنیا کی تمام شیرینیوں اور شربتوں سے میٹھا اور جن کی ایک ادنیٰ سنت بھی جواہرات سے مرصع تاج شاہی سے بھی زیادہ مرغوب و پسندیدہ ہے کیا ہی خوش قسمت ہے وہ قوم جس کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسا افضل المخلوقات نبی اور آپ کی شریعت جیسی بیش بہا شریعت مل گئی جس کے بعد کسی اور کمال اور خوبی کی سرے سے کوئی حاجت ہی باقی نہیں رہتی، کیا خوب کہا گیا ہے کہ ؎

شراب خوشگوارم ہست و یار مہرباں ساقی
ندارد ہیچ کس یارے چنیں یارے کہ من دارم

حجۃ الاسلام حضرت مولانا نانوتویؒ کے عشق نبوی (علیٰ صاحبہ الف الف تحیۃ وسلام) کے واقعات قولی اور فعلی تو بہت کچھ ہیں جن کے بیان کرنے کے لیے دفتر درکار ہیں ہم صرف چند واقعات بطور نمونہ باحوالہ عرض کئے دیتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ ہندوستان میں بعض حضرات (سبز رنگ) کا جوتا بڑے شو سے پہنتے تھے اور اب بھی پہنتے ہیں، لیکن حضرت نانوتویؒ نے ایسا جوتا مدت العمر کبھی نہیں پہنا اور اگر کوئی تحفۃً لا دیتا، تو اس کے پہننے سے اجتناب و گریز کرتے اور آگے کسی کو ہدیہ دے دیتے، اور سبز رنگ کا جوتا پہننے سے محض اس لیے گریز کرتے کہ سرور دو جہاں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گنبد خضراء کا رنگ سبز ہے پھر بھلا ایسے رنگ کے جوتے پاؤں پر کیسے اور کیونکر استعمال کئے جا سکتے ہیں؟ چنانچہ شیخ العرب والعجم حضرت استاذ نا المکرم مولانا سید حسین احمد صاحب مدنیؒ (المتوفی ۱۳۷۷ھ ۱۹۵۷ء) حجۃ الاسلام حضرت نانوتویؒ کے حالات بیان کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں کہ

"تمام عمر کیمخت کا جوتا اس وجہ سے کہ قبہ مبارک سبز رنگ کا ہے نہ پہنا، اگر کوئی ہدیہ لے آیا تو کسی دوسرے کو دے دیا۔" (الشہاب الثاقب ۵۴)

اندازہ کیجئے اس نظر بصیرت اور فریفتگی کا کہ گنبد خضراء کے ظاہری رنگ کے ساتھ بھی کس قدر عقیدت والفت ہے جس کے اندر عظیم المرتبت مکین آرام فرما ہیں جن کا نظیر، جن کی مثال اور جن کا ثانی

خدا تعالیٰ کی ساری مخلوق میں نہ آج تک وجود میں آیا اور نہ تا قیامت آ سکتا ہے، علامہ اقبال مرحوم نے شاید اسی کی ترجمانی کی ہے۔

رُخ مصطفیٰ ہے وہ آئینہ کہ اب ایسا دوسرا آئینہ
نہ ہماری بزم خیال میں نہ دوکانِ آئینہ ساز میں

۲۔ حضرت نانوتویؒ جب حج کے لیے تشریف لے گئے تو مدینہ طیبہ سے کئی میل دور ہی سے پا برہنہ چلتے رہے۔ آپ کے دل اور ضمیر نے یہ اجازت نہ دی کہ دیارِ حبیب میں جوتا پہن کر چلیں حالانکہ وہاں سخت نوکیلے سنگریزے اور چبھنے والے پتھروں کی بھرمار ہے، چنانچہ حضرت مولانا سید مناظر احسن صاحب گیلانیؒ جناب مولانا حکیم منصور علیخاں صاحب حیدر آبادیؒ کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں جو اس سفر حج میں حجۃ الاسلام کے رفیق سفر تھے کہ۔

''مولانا مرحوم مدینہ منورہ تک کئی میل آخر شب تاریک میں اسی طرح چل کر پا برہنہ پہنچ گئے۔'' (سوانح قاسمی جلد ۳ ص ۶۱)

اور نیز حکیم موصوفؒ کے حوالہ سے یہ ارقام فرماتے ہیں کہ

جب منزل بمنزل مدینہ شریف کے قریب ہمارا قافلہ پہنچا، جہاں روضۂ پاک صاحب لولاک نظر آتا تھا، فوراً جناب مولانا محمد قاسم صاحب مرحوم نے اپنے نعلین اتار کر بغل میں دبالیں اور پا برہنہ چلنا شروع کیا۔'' (ایضاً ص ۶۰، ۶۱)

ملاحظہ فرمائیے کہ حضرت نانوتویؒ کو مدینہ طیبہ اور گنبد خضرا کے ساتھ کس قدر عقیدت اور کیسی فریفتگی تھی، اور دیکھئے کہ حسن تادب کا کیا ہی بہترین طریقہ اختیار فرما کر اپنی فرط محبت کا اظہار فرمایا اور یہ ساری عقیدت ومحبت امام الانبیاء خاتم الرسل حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے ہے، ورنہ اس سنگلاخ رقبہ اور پتھریلی زمین کی فی نفسہٖ کیا قدر ہے؟ جو کچھ بھی ہے اور جتنی کچھ بھی ہے وہ حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی بدولت ہے اور آپ ہی کے واسطے سے ہے اور ایسے ہی موقعے کے لیے کسی کشتہ

عشق نے یہ کہا ہے کہ ؎

وماحُبّ الدّیار شغفن قلبی

وٗلکن حب من نزل الدّیارا

میرے اور میرے تمام اکابر کا یہ عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی قبر مبارک کا وہ حصہ جو آپ کے جسدِ اطہر سے لگتا ہے عرش سے بھی زیادہ مرتبہ اور فوقیت رکھتا ہے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو وفاء الوفیٰ جلد ا ص ۱۹، سیرت حلبی ج ۲ ص ۳۲ اور روح المعانی ج ۱۵ ص ۲۲۱ وغیرہ) اور اس کی وجہ بھی صرف اور صرف یہ ہے کہ ؎

عرش پر گر فرش بھاری ہے تو ہے اس خاک سے

جس میں محوِ خواب ہے کون ومکاں کا تاجدار

۳۔ انگریز کے خلاف جہاد ۱۸۵۷ء میں دیگر اکابر کی طرح حجۃ الاسلام حضرت مولانا نانوتویؒ بھی بنفسِ نفیس خود شاملی وغیرہ میں شامل تھے، اور تذکرۃ الرشید کے حوالہ سے گزر چکا ہے کہ جب ظالم انگریز کی طرف سے حضرت مولانا حاجی امداد اللہ صاحبؒ، حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ اور حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کے وارنٹ گرفتاری جاری ہو چکے اور گرفتار کنندہ کے لیے صلہ تجویز ہو چکا تو اس کے لیے لوگ تلاش میں ساعی اور حراست کی تگ ودو میں پھرتے رہے، چونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نانوتویؒ کو کمال شجاعت، استقلال! اور ہمتِ قلب عطا فرمائی تھی، اس لیے وہ ہر قسم کے نتیجہ سے بے نیاز ہو کر کھلے بندوں پھرتے تھے، مگر اعزہ اور اقارب اور ہمدردوں کی طرف سے جب شدید اور بلیغ اصرار ہوا کہ حضرت وقت کی نزاکت کے پیشِ نظر ضرور روپوش ہو جائیں تو ان کے اصرار کی وجہ سے تین دن روپوش رہے، اور لکھا ہے کہ۔

''تین دن پورے ہوتے ہی ایک دم باہر نکل آئے کھلے بندوں (کھلے عام) پھرنے چلنے لگے، لوگوں نے پھر بمنت روپوشی کے لیے عرض کیا تو فرمایا کہ تین دن سے زیادہ روپوش ہونا سنت

سے ثابت نہیں کیوں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کے وقت غار ثور میں تین ہی دن روپوش رہے ہیں۔" (سوانح قاسمی ج ۲ ص ۱۷۲، ۱۷۳ از مولانا گیلانیؒ)

داد دیجئے اِس جذبہ اتباعِ سنت کی کہ ظالم انگریز ان دنوں اہل ہند کے خلاف عموماً اور مسلمانوں کے خلاف خصوصاً سفا کانہ اور قاتلانہ حربے استعمال کر رہا تھا اور نہایت بے دردی کے ساتھ مظلوموں کے ناحق خون سے ہولی کھیلتا تھا، وہ کون سی حیا سوز اور دل آزار حرکت تھی جو اس ظالم نے مجاہدوں کے خلاف روا نہ رکھی تھی اور وہ کونسی غیر انسانی کاروائی تھی جو اس نے چھوڑ دی تھی؟ اس وقت انگریز کا ظلم و جور اور تعدی و ستم اپنے نقطہ عروج پر تھا لیکن حجۃ الاسلام اپنی حیات سے بے نیاز ہو کر اس موقعہ پر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت اضطراری کو ترک کرنے پر باوجود شدید اصرار کے آمادہ نہ ہوئے اور تین دن کے بعد فوراً باہر نکل آئے اور کھلے بندوں (کھلے عام) پھرنے لگے اور اس روپوشی کی حالت میں بھی آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنے عشق و محبت کا تعلق اور رابطہ مستحکم ہی رکھا اور اس نازک حالت میں بھی سنت پر نگاہ جمی رہی۔

تھا اسیری میں بھی کچھ ایسا تعلق روح کو
ہم قفس میں روز خواب آشیاں دیکھا کیے

۴۔ حضرت حجۃ الاسلامؒ نے نظم اور نثر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جو مدح اور تعریف بیان کی ہے اور جس خلوص و عقیدت سے اس کا اظہار کیا ہے، ان کی کتابوں کو پڑھنے اور دیکھنے والا بجز (علاوہ) کسی متعصب کے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا، تمام کتابوں کی عبارتیں جو نظم و نثر میں آپ نے سرور دو جہان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توصیف و تعریف میں بیان فرمائی ہیں، نقل اور پیش کرنا تو کارے دارد صرف بطور نمونہ ہم قصائد قاسمی کے پہلے قصیدہ سے (جو ایک سو اکیاون ۱۵۱ اشعار پر حاوی ہے) صرف چند اشعار بلا رعایت ترتیب پیش کرتے ہیں، قارئین کرام ملاحظہ فرمائیں۔

فلک پر عیسیٰؑ و ادریسؑ ہیں تو خیر سہی — زمیں پر جلوہ نما ہیں محمد مختار
فلک پر سب سہی، پر ہے، نہ ثانی احمدؐ — زمیں پہ کچھ نہ ہو پر ہے محمدیؐ سرکار

☆☆☆

تو فخر کون ومکاں زبدۂ زمین وزماں — امیر لشکر پیغمبراں شہِ ابرار
خدا تیرا تو خدا کا حبیب اور محبوب — خدا ہے آپ کا عاشق تم اس کے عاشق زار
تو بوئے گل ہے اگر مثل گل ہیں اور نبی — تو نور شمس اگر اور انبیاء ہیں شمس نہار

☆☆☆

جہاں کے سارے کمالات ایک تجھ میں ہیں — تیرے کمال کسی میں نہیں مگر دو چار
گرفت ہو تو ترے ایک بندہ ہونے میں — جو ہو سکے تو خدائی کا ایک تری انکار
بجز خدائی نہیں چھوٹا تجھ سے کوئی کمال — بغیر بندگی کیا ہے لگے جو تجھ کو عار

☆☆☆

کہاں بلندی طور اور کہاں تری معراج — کہیں ہوئے ہیں زمیں آسمان ہموار
جمال کو ترے کب پہنچے حسن یوسفؑ کا — وہ دلربائے زلیخا تو شاہد ستار

☆☆☆

رہا جمال پہ تیرے حجاب بشریت — نجانا کون ہے کچھ بھی کسی نے جز ستار
سوا خدا کے بھلا تجھ کو کوئی کیا جانے — تو شمس نور ہے شپر نمط اولوا الابصار

☆☆☆

کفیل جرم اگر آپ کی شفاعت ہو — تو قاسمی بھی طریقہ ہو صوفیوں میں شمار
ترے بھروسہ پہ رکھتا ہے غرۂ طاعت — گناہ قاسم برگشتہ بخت بداطوار
گناہ کیا ہے اگر کچھ گناہ کئے میں نے — تجھے شفیع کہے کون گر نہ ہوں بدکار
تمہارے حرف شکایت پہ عفو ہے عاشق — اگر گناہ کو ہے خوف غصہ قہار
یہ سن کے آپ شفیع گناہگاراں ہیں — کئے ہیں میں نے اکٹھے گناہ کے انبار

☆☆☆

مدد اےؔ کر اے کرم احمدی کہ تیرے سوا
نہیں ہے قاسم بیکس کا کوئی حامی کار
دیا ہے حق نے تجھے سب سے مرتبہ عالی
کیا ہے سارے بڑے چھوٹوں کا تجھے سردار
جو تو ہی ہم کو نہ پوچھے تو کون پوچھے گا
بنے گا کون ہمارا ترے سوا غم خوار

☆☆☆

امیدیں لاکھوں ہیں لیکن بڑی امید یہ ہے
کہ ہو سگانِ مدینہ میں میرا نام شمار
جئوں تو ساتھ سگانِ حرم کے تیرے پھروں
مروں تو کھائیں مدینہ کے مجھ مُرغ ومار
جو یہ نصیب نہ ہو اور کہاں نصیب میرے
کہ میں ہوں اور سگانِ حرم کی تیرے قطار
اڑا کے بادمری مشتِ خاک پسِ مرگ
کرے حضور کے روضہ کے آس پاس نثار
ولے یہ رتبہ کہاں مشتِ خاک قاسم کا
کہ جائے کوچہء اطہر میں تیرے بن کے غبار

(قصیدہ قاسمی از ص ۵ تا ۹ ملتقطاً)

تدبر فرمایئے کہ ایک ایک شعر میں کس طرح حضرت نانوتویؒ نے آنحضرت ﷺ (اور آپ ۲ ؎ ہی کی بدولت مدینہ طیبہ) سے اظہار عقیدت کیا ہے اور کس طرح ایک ایک مصرع سے عشق نبوی

ا ؎ اس مدد سے مافوق الاسباب قسم کی مدد جو خاصہ خداوندی ہے ہرگز مراد نہیں جیسا کہ بعض اہل بدعت نے یہ سمجھ رکھا ہے بلکہ اس سے شفاعت کی مدد مراد ہے جو قیامت کے دن ہوگی اور اسی قصیدہ کے اس سے پہلے اشعار اس کا واضح قرینہ اور دلیل ہیں جن میں صاف طور پر شفاعت کا ذکر کیا گیا ہے، ۱۲ صفدرؔ

۲ ؎ مولانا مرحوم خود ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کسی مکان کی طرف جاتا ہے تو مکین مقصود ہوتا ہے اس طرف کو آداب و نیاز بجالاتا ہے تو اس آداب نیاز کو ہر شخص صاحب خانہ کے لیے سمجھتا ہے (قبلہ نما ص ۴)

ٹپک اور چھلک رہا ہے اور کس شان جلالت کا اظہار ان اشعار (بلکہ سارے قصیدہ) میں کیا ہے، ہر باخدا اور منصف مزاج آدمی اس سے صحیح طور پر اندازہ لگا سکتا ہے کہ حضرت نانوتویؒ کے دل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کس طرح انتہائی عقیدت اور بے حد محبت تھی اور کس طرح سوز و گداز کے ساتھ وہ اپنی بے چارگی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علو مرتبت کا ترانہ لگاتے ہیں اور آپ کے عشق میں کس بے تابی، بے چینی، اور بے قراری کا ذکر فرماتے ہیں، اور کس بے حد خوش عقیدگی کے ساتھ مدینہ طیبہ کی گلیوں کا تذکرہ فرماتے ہیں۔

۵۔ نثر میں حضرت نانوتویؒ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف و توصیف میں جو کچھ فرمایا اس پر ان کی تمام کتابیں شاہد عدل ہیں، ہم ان کی تصنیف لطیف قبلہ نما کا ایک حوالہ عرض کرتے ہیں، حضرت موصوفؒ پنڈت دیانند سرسوتی کو اس اعتراض کا کہ مسلمان بھی (معاذ اللہ) بت پرست ہیں کیونکہ وہ بھی قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں جواب دیتے ہوئے چھٹا جواب یہ تحریر فرماتے ہیں کہ۔

''چھٹے...... اہل اسلام کے نزدیک مستحق عبادت وہ ہے جو بذات خود موجود ہو اور سوا اس کے سب اپنے وجود و بقا میں اس کے محتاج ہوں اور سب کے نفع و ضرر کا اس کو اختیار ہو اور اس کا نفع و ضرر کسی سے ممکن نہ ہو، اس کا کمال و جمال و جلال ذاتی ہو اور سوا اسکے سب کا کمال و جمال و جلال اس کی عطا ہو مگر موصوف بایں وصف ان کے نزدیک بشہادت عقل و نقل سوا ایک ذات خداوندی کے اور کوئی نہیں یہاں تک کہ ان کے نزدیک بعد خدا سب میں افضل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، نہ کوئی آدمی ان کے برابر نہ کوئی فرشتہ نہ عرش نہ کرسی ان کے ہمسر نہ کعبہ ان کا ہم پلہ، مگر بایں ہمہ ان کو بھی ہر طرح خدا تعالیٰ کا محتاج سمجھتے ہیں، ایک ذرہ کے بنانے کا ان کو اختیار نہیں ایک رتی برابر کسی کے نقصان کی ان کو قدرت نہیں، خالق کائنات خواہ فاعل خواہ افعال اہل اسلام کے نزدیک خدا ہے وہ نہیں اسی لیے کلمہ شہادت میں مدار کار ایمان ہے یعنی اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ

مُحَمَّدًا عَبۡدُہٗ وَرَسُوۡلُہٗ خدا کی وحدانیت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عبدیت اور رسالت کا اقرار کرتے ہیں، اس صورت میں اہلِ اسلام کی عبادت سوائے خدا اور کسی کے لیے متصود نہیں، اگر ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے ہوتی، مگر جب ان کو بھی عبد ہی مانا معبود نہیں مانا بلکہ ان کے افضیلت کی وجہ ان کی کمال عبودیت اور عبدیت کو قرار دیا تو پھر خانہ کعبہ کو ان کا معبود اور مسجود قرار دینا بجز تہمت یا کم فہمی و جہالت اور کیا ہوسکتا ہے۔'' الخ (قبلہ نما ص ۵)

اس سے قبل حضرت نانوتویؒ پانچ جوابات اور بیان فرما چکے ہیں جن میں سے بعض کا مختصر سا خلاصہ یہ ہے کہ۔

''اہل اسلام کعبہ کی طرف مُنہ تو ضرور کرتے ہیں لیکن عبادت کعبہ کی نہیں کرتے اور نہ اس کو مسجود لہٗ سمجھتے ہیں، عبادت تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کی کرتے ہیں، کعبہ تو صرف ایک جہت ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے بے شمار مصلحتوں کے علاوہ ایک اس مصلحت کے لیے متعین فرمایا ہے تاکہ مسلمانوں کا اس یک جہتی کی وجہ سے اتفاق واتحاد قائم رہے۔'' (محصلہ بتوضیح)

قبلہ نما کی اس عبارت سے جہاں اللہ تعالیٰ کی خالص توحید اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جلالت شان اور منصب رسالت واضح ہوتا ہے، اس سے ع

''مدد کر اے کرم احمدیؐ کہ تیرے سوا'' وغیرہ اشعار وعبارات کا مطلب بھی بالکل عیاں وآشکار ہوجاتا ہے کہ نہ تو حضرت نانوتویؒ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نافع اور ضار سمجھتے ہیں اور نہ اس ارادہ سے آپ کو پکارتے اور مدد مانگتے ہیں جیسا کہ بعض اہل بدعت نے سوء فہم سے یہ سمجھ رکھا ہے بلکہ محض عشق ومحبت کے طور پر یہ ندا اور خطاب ہے، نہ یہ کہ حاضر وناظر سمجھ کر ان سے استمداد کی گئی ہے، وہ تو حاضر وناظر سمجھنے کو کفر لکھتے ہیں چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ اور الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ بہت مختصر ہے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاضر وناظر نہ سمجھنا چاہیے، ورنہ اسلام کیا ہوگا کفر ہوگا بلکہ یوں سمجھیئے کہ یہ پیغام فرشتے پہنچاتے ہیں والسلام۔ (فیوض قاسمی ص ۴۸)

حج

اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے تین مرتبہ حضرت مولانا نانوتویؒ کو حج کرنے کی توفیق اور حبیبِ کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گنبد خضراء کی زیارت سے متمتع ہونے کا شرف عطا فرمایا ہے، پہلا حج انہوں نے ۱۲۶۷ھ، ۱۸۶۰ء میں دوسر ا،۱۲۸۶ھ، ۱۸۶۹ء میں اور تیسرا، ۱۲۹۴ھ، ۱۸۷۷ء میں کیا ہے اور ان اسفار میں جو روحانی لذت انہوں نے محسوس کی وہ صرف ان کا قلب مبارک ہی ادراک کرسکتا تھا دوسرا بھلا اس کو سمجھے تو کیونکر سمجھے بیان کرے تو کیسے بیان کرے ؂

واعظم ما یکون الشوق یوما　　اذا دنت الخیام من الخیام

حفظ قرآن کریم

حضرت نانوتویؒ تصحیح کتب اور دینی بحث ومباحثہ اور سرگرمیوں میں ایسے منہمک رہتے تھے کہ ان اہم دینی کاموں سے فراغت کا موقع ہی ہاتھ نہ آتا تھا اور دل میں قرآن کریم کے حفظ کا جو شوق تھا وہ کب چین لینے دیتا تھا، بال آخر دو سال کے صرف دو رمضان میں قرآن پاک یاد کرلیا اور ایسی روانی کے ساتھ سناتے تھے کہ کوئی کہنہ مشق اور پختہ کار حافظ بھی شاید ایسا نہ سنا سکتا ہو، چنانچہ خود ان کا اپنا بیان (سوانح قاسمی ص ۱۴۔ از مولانا محمد یعقوب صاحبؒ میں) ہے۔

''فقط دو سال رمضان میں میں نے یاد کیا ہے اور جب یاد کیا پاؤ سیپارہ کی قدر یا کچھ اس سے زائد یاد کرلیا اور جب سنایا ایسا صاف سنایا جیسے اچھے پرانے حافظ۔''

اور یہ کلام اللہ کی عظمت اور اس کی طرف پوری توجہ اور محبت کا نتیجہ تھا کہ اس کا ایک ایک حرف سینہ میں نقش ہوگیا ؂

ترکی بھی شیریں تازی بھی شیریں　　حرف محبت نہ ترکی نہ تازی

وفات حسرت آیات

آہ! وہ وقت بھی آ ہی پہنچا جس سے کسی مخلوق کو مفر نہیں، لاکھوں تدبیریں کی جائیں پر اس سے چھٹکارا نہیں، ہزاروں انتظامات مہیا کر لئے جائیں لیکن اس سے خلاصی نہیں، سینکڑوں محافظ پاس کھڑے کر لئے جائیں مگر اس سے رہائی نہیں حکیموں اور ڈاکٹروں کے علاوہ تعویذوں اور گنڈوں اور جھاڑ پھونک کے ذریعہ کوئی مخلص تلاش کیا جائے تو اس سے کوئی فائدہ نہیں، بھلا یہ قضائے مبرم بھی ٹلی ہے؟ كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ کا پیالہ ہر ایک کو پینا ہی ہے، اگر رہے گی تو صرف وہ ذات جس کے بغیر خالق و مالک اور کارخانہ جہاں میں کوئی متصرف نہیں، اَلْبَقَاءُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ۔

بالآخر ۴/ جمادی الاولیٰ، ۱۲۹۷ھ مطابق ۱۵/ اپریل ۱۸۸۰ء بروز جمعرات بعد از نماز ظہر ہندوستان کا یہ درخشندہ ستارہ انگریز کے خلاف لڑنے والا بہادر سپاہی پادریوں کا تعاقب کرنے والا انڈر مناظر، آریوں کے چھکے چھڑانے والا، بے باک ناقد اسلام کے خلاف فتنوں کی سرکوبی کے لیے اپنی جانِ عزیز تک پیش کرنے والا جاں نثار مسلمان سخاوت وایثار کا پتلا، قوم وملت کا ہمدرد، علوم دینیہ کے احیاء کا علمبردار، حامیٔ سنت اور ماحیِ بدعت حکیمانہ انداز سے حقانیت اسلام کو دلنشیں کرنے والا فصیح مبلغ اور زاد قلیل پر قناعت کرنے والا بے نفس صوفی موت کی آغوش میں جا پہنچا اور ہزاروں دلوں کو زخمی کر گیا اور دیو بند ہی میں حکیم مشتاق احمد صاحبؒ کے خطہ ارضی میں سب سے پہلی قبر ہی حضرت نانوتویؒ کی بنی اللہ تعالیٰ کی کروڑوں رحمتیں نازل ہوں اس بزرگ ہستی پر جس کے لگائے ہوئے مبارک پودے کی وجہ سے ہم روح اسلام سے سرفراز ہوئے ہیں، آمین ثم آمین۔ ع ویرحمہ اللہ عبداً قال امینا

جامعہ اسلامیہ میں

مطالعہ مذاہب لائبریری کا قیام

علماء اور مفکرین کے توجہ دلانے پر وقت کی اس شدید ضرورت کو
پورا کرنے کیلئے حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی یاد میں
مجوزہ ”مطالعہ مذاہب لائبریری“ فوری طور پر۔۔۔۔
مجاہدِ کبیر حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ سے منسوب ”قرآن ہال“
میں قائم کی گئی ہے، جس میں بالخصوص۔ مذاہبِ عالم پر تحقیقی کام
کرنے والے علماء، یونیورسٹیوں میں ایم فل اور پی۔ ایچ۔ ڈی کرنے والے
سکالرز اور مکالمہ بین المذاہب کی تیاری کرنے والے حضرات کیلئے
کتب کا ذخیرہ جمع کیا گیا ہے

علمی و تحقیقی کام کرنے والے حضرات استفادہ کر سکتے ہیں

رابطہ: 0300.7400678-0300.4731347

Regd. No: C-P-L 216

MONTHLY

MUKALMA BAIN-UL-MAZAHIB

LAHORE, PAKISTAN. PH 37595311

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر الزامات اور ان کی حقیقت

مطالعہ مذاہب کورس

تاریخ 08 اکتوبر 2023

بروز اتوار

صبح 9 بجے

بمقام جامعہ اسلامیہ جی ٹی روڈ کامونکے

مدرس

مبلغ اسلام

استاذ العلماء حضرت مولانا عبدالرؤف فاروقی صاحب دامت برکاتہم العالیہ

بانی و سربراہ مرکز تحقیق اسلامی پاکستان

طلباء، علماء، خطباء، ائمہ مساجد، اساتذہ، وکلاء اور

تمام علم دوست مسلمانوں کو شرکت کی دعوت ہے

خواتین کیلئے پردے کا انتظام ہوگا

الداعی الی الخیر

مرکز تحقیق اسلامی پاکستان

0300.7400678

055.6665121